Title - AZAMUL AKHLAQ (Part-2).

Creator - Habeeb Ahmad Buzurbukhi.

Publisher - Khursheed Press (Hyderabad).

Date - 1334 H.

Pages - 250.

Subject - N.A.

الحمد للہ اس زمان سعادت اقتران میں کتاب مستطاب

مزین و معنون باسم سامی و نام نامی شہزادہ آفاق

یعنی حصہ دوم

اعظم الاخلاق

کو

عبد ملتجی حبیب احمد برزنجی نے تالیف کرکے

شہزادہ والا تبار عالیجناب نواب میر حامد علیخان بہادر دام اقبالہم کے نذر کی

۱۳۳۴ ہجری

بار اول تعداد طبع (۱۰۰۰) (مطبوعہ خورشید پریس ...)

تقریظ عالیجناب ذوالفضائل والفواضل المولانا المجد مولوی حافظ غلام محمد صاحب خطیب مکہ مسجد فیضہم

بر کتاب قوانین الانتظام لممالک النظام مقدمہ کتاب منتہی الکلام فی اطاعۃ حضرت النظام معنفہ جناب مولانا ابو جیب احمد صاحب مولوی سید صابر حسینی عمہم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ٭

امابعد پوشیدہ نہ رہے کہ نظام عالم کی بنیاد حسن معاشرت اتحاد باہمی مساوات اور مواسات کے پاک وبے لوث اصولوں پر رکھی گئی ہے جب کسی ملک کا تمدن اصول نظام سے انحراف پاتا ہے اخلاقی حالت خراب ہوجاتی ہے ہمدردی ومؤالفت کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے تو وہاں طرح طرح کی خرابیاں اور بے عنوانیاں ظہور پذیر ہوتی ہیں امن وسکون معرض خطر میں پڑ جاتے ہیں فساد اور فتنہ کی آگ بھڑک اٹھتی ہے شور وشر کے امن سوز شعلے بلند ہوجاتے ہیں حقیقی آرام وعیش صفحہ ہستی سے مٹ جاتے ہیں اور جہاں کا تمدن عمدہ معاشرت اچھی ہوتی ہے وہاں عیش وآرام امن واطمینان کے سایہ میں لوگ منازل زندگی طے کرتے ہیں بے غمی اور فارغ البالی کی آرام دہ بساط پر میٹھی نیند سوتے ہیں بادشاہ ورعیت کا دل مسرور ملک آباد خزاین معمور ہوتے ہیں آسمان سے خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے مواسات وغمخواری کا رشتہ دراز محبت اور موانست کا دائرہ وسیع اتحاد واتفاق کی رسی مضبوط ہوتی ہے غرض دنیا کی آبادی ملک کی سرسبزی وشادابی صرف حسن انتظام معاشرت کی خوبی سے وابستہ ہے اور حسن انتظام کا دار ومدار تمدنی اصولوں کی خوبی وعمدگی پر موقوف ہے جن کا سرچشمہ اسلام اور صرف اسلام ہے اسلام نے جس تاکید وخوبی اور وضاحت سے اصول مواسات اور قوانین معاشرت بتلائے ہیں دنیا میں کوئی مذہب اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ تمدن عالم کی تاریخ بہت قدیم اور اس کے اوراق عجائب وغرائب روزگار رہے ہیں ظہور اسلام سے پہلے تمدن عالم کی جو حالت تھی وہ کتب تواریخ کے دیکھنے والوں پر مخفی نہیں ہے اور بعد ظہور اسلام تمدنی حالت میں جو جو مفید تغیرات اور اصلاحیں رونما ہوئے ہیں وہ بھی اہل سیر اور تاریخ دانوں پر ظاہر ہے جس سے ہر منصف مزاج انسان اندازہ لگا سکتا ہے کہ اسلامی تمدن نے دنیا کو کس قدر فائدہ پہنچایا ہے اور بنی نوع انسان کی کس درجہ ہمدردی وخیر خواہی کا سامان فراہم کیا ہے یوں تو اس وقت ہر ایک ملک کا تمدن بگڑا ہوا اور قابل اصلاح تھا لیکن تمدن عرب کی حالت ناگفتہ بہ اور نہایت ردی ہوگئی تھی ادنیٰ ادنیٰ بات پر خونریزی ہوجانا ایک معمولی بات تھی رہزنی وغارت گری وشجاعت وبہادری کے جوہر سمجھے جاتے شراب نوشی قماربازی سخاوت کی دلیل متصور ہوتی تھی وغیرہ

وغیرہ بیماریاں جو کہ مشیت میں حسب فرمان ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین قرار پا چکا تھا
کہ نظام عالم کا سلسلہ ایک خاص وقت تک ضرور قایم رکھا جائیگا اور جب تک رحمتی وسعت کل شیٔ
کے عام سایہ کو وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کی حسن وساطت سے تمام دنیا میں پھیلایا نہ جائے گا
سلسلہ کائنات کو بیخ کا نظام کبھی بھی منقطع نہ کیا جائے گا اس لیے ٹھیک ایسے وقت میں جبکہ دنیا پر جہالت و
ضلالت کی تاریک گھٹائیں چھا چکیں اور فضائے عالم میں شور و شر کی صدائیں گونج رہی تھیں آفتاب عالمتاب
اسلام کو افق ہدایت سے طلوع فرمایا جس کا پہلا [illegible] ناف زمین کے بلند و سر بفلک پہاڑوں کی چوٹیوں
پر عکس انداز ہوا اور بتدریج اسکی نورانی کرنیں اطراف [illegible] کائنات کی افق پر تاباں ہو گئیں اب کیا تھا سفید و سیاہ
میں امتیازی حد قایم ہو گئی اور رفتہ رفتہ [illegible] اپنی اصلی شکل میں نمودار ہوئی جاء الحق وزھق الباطل
کی صدا فضائے عالم میں گونج گئی حق پرستی کا اعلان اور باطل پرستی کا بطلان ہو گیا بغض و عداوت کی جڑیں
کاٹ دی گئیں محبت و الفت کی شاخیں ہری ہوئیں اور اس کے اصول مستحکم ہو کر واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء
فالف بین قلوبکم کی تصویر [illegible] شکر گزاری [illegible] کی گئی دنیا کو حیات بعد الممات کے آغوش میں
[illegible] اسلام شان و شوکت میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہونے لگی اسلامی عز و وقار کے ساتھ ساتھ تمدن
اسلامی کا دائرہ بھی وسیع ہوتا گیا اور حسب ارشاد ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا وکرھا
تمام دنیا اسلام کی حلقہ بگوش بن گئی اور لیظھرہ علی الدین کلہ کی پیشین گوئی حرف حرف پوری اتری
ہر سمت تمدن اسلام کا گرمجوشی اور تپاک کے ساتھ خیر مقدم و احترام کیا گیا ایک مدت دراز تک اسی کے
پر امن سایہ میں دنیا نے پرورش پائی اور اس کے فیض عام سے اپنے اور بیگانے یکساں مستفید ہوئے جب ناشکری
و ناسپاسی حد سے بڑھ گئی غفلت و نخوت انتہا کو پہنچ چکی اصول شرعیہ کی پابندی چھوڑ دی گئی فروع
ملیہ سے بے پروائی برتی گئی [illegible] کی بے قدری ہونے لگی خود غرضی نے دلوں پر قبضہ کر لیا شعائر دینیہ
کا احترام جاتا رہا۔ حدود الٰہی سے تجاوز کیا گیا تو کبھی نہ ٹوٹنے والا قانون قدرت نافذ ہو گیا کہ ان اللہ
لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم الخ لہذا اولم یروا انا نأتی الارض ننقصہا من اطرافہا
کا ایک دوسرے رنگ میں ظہور ہوا اسلامی شان و شوکت کی مضبوط دیواروں میں رخنے پڑ گئے سلطنت [illegible]
[illegible] و حکومت کا دائرہ تنگ ہونے لگا اور بحکم الملک والدین توامان اسلامی تمدن کا اثر بھی
تنزل پذیر ہوا۔ اب کیا تھا مخالفین اسلام کی بن آئی اسلامی تمدن پر نکتہ چینی شروع ہوئی اور اس کے خصوصیات
مٹا دینے کی جد و جہد کیجانے لگی اور اس کے خوبصورت و خوشنما چہرے کو کریہ اور بدنما شکل میں ظاہر کرنے
میں دشمنان اسلام نے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اگر حمایت الٰہی شامل نہ ہوتی اور حسب ارشاد لا یزال طایفۃ

من امتی الحدیث محافظان ملت و خادمان شریعت اصول عالیہ کی حفاظت پر کمر بستہ نہ ہو جاتے تو خدا جانے آج
احکام شرعیہ و قواعد عالیہ کا کیا حشر ہوتا اگرچہ مخالفین اسلام اپنے خاص ارادوں میں کبھی کامیاب نہیں ہوئے
اور نہ آئندہ ہو سکتے ہیں کیونکہ وانا لہ لحافظون کی برہنہ شمشیر ہر وقت ان کے سروں پر کھنچی رہتی ہے
لیکن وہ حتی الامکان اسلام کے خلاف اپنی ناپاک و متعصبانہ کوششوں سے باز نہیں آتے اور جب کبھی ان کو موقع
ملتا ہے عظمت و حرمت اسلام پر حملہ کر دینے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کرتے چنانچہ اسی طرح اجنبی ... انگریزی
تمدن کے تسلط پا جانے سے اسلامی اصول پر طرح طرح سے وار کیے جاتے ہیں اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ
غیر تو غیر خود بعض نام نہاد مسلمان بھی بعض مسلمہ اصول اسلام پر حرف گیری کر رہے ہیں اور بہ مقابلہ تمدن اسلامی اجنبی
تمدن کو پسند کرتے ہیں پس ایسے زمانہ میں جبکہ اجنبی تمدن اسلامی تمدن پر غلبہ پا چکا ہو اسلامی خصوصیات مٹانے
کی سر توڑ کوشش جاری ہو اسلامی خوبیاں چھپائی جاتی اور اس کی کمزوریاں ظاہر کی جاتی ہوں اسلامی تمدن
اس کے خوبیوں سے عام لوگ بے خبر ہو چکے ہوں آزادی کی لہریں چاروں طرف دوڑ رہی ہوں حاکم و محکوم
کے مخصوص تعلقات و روابط میں تزلزل نمایاں ہو اتحاد باہمی کی بنیاد سست ... ضرورت اور سخت ضرورت
تھی کہ پھر ایک ... دنیا کو خصوصاً ... مسلمانوں اور اجنبی تمدن کے شیدائیوں کو اسلامی معاشرت اور تمدن
کے ... پاکیزہ اصول سے آگاہ کیا جائے اتحاد و موافقت باہمی کے قواعد بتلائے جائیں سلطان وقت
کی عظمت و خلوص محبت کے برکات و ثمرات عام و خاص کے ذہن نشین کرائے جائیں رعایا اور بادشاہ کے مخصوص
تعلقات و روابط کی زنجیر مضبوط کی جائے۔

رعیت میں تابعداری اور اطاعت گزاری کی استعداد پیدا کی جائے اس سوز و بے تکی آزادی کے سیلاب
کو پر زور طریقہ سے روکا جائے سو بحمد اللہ قابل و لائق مصنف نے یہ نادر کتاب تالیف فرما کر اس ضرورت کو پورا
کر دیا یہ کتاب ایک مقدمہ اور چہار باب پر مشتمل ہے۔

(۱) باب میں سرکار عالی کی صحت جسمانی و قوت روحانی کی بحالی اور ترقی کے ظاہری اور باطنی اسباب
نہایت لطیف پیرائے میں تحریر ہوئے ہیں۔

(۲) میں قدرتی اور شرعی تصریحات و تفرجات و ما یتعلق بہا کا مذکور ہے جن سے فہم میں جولانی
اور قوائے جسمانی و روحانی میں نمایاں ترقی ہوتی ہے۔

(۳) میں وہ تدابیر اور اصول بتلائے گئے ہیں جن سے رعایا اور بادشاہ وقت کے درمیان رابطۂ اتحاد
و رشتۂ خلوص محبت مستحکم ہوتا اور رعیت کے دل میں اطاعت گزاری عقیدت مندی کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔

(۴) میں تجربہ بڑھانے اور حالات و کوائف عالم پر مطلع ہونے کے اصول لکھے ... پیرایہ میں

من فاضل و صاحب محبت مولف کی یہ عرق ریزی مستوجب صد آفرین ہے۔ میرا خیال ہے کہ آج تک اردو زبان میں اس ڈھنگ کی اور کوئی کتاب تالیف نہیں ہوی یہ کتاب اپنے مخصوص مضامین اور نوعیت کے لحاظ سے بے نظیر اور خاص توجہ کی مستحق ہے اگر اس کی اشاعت حسب مراد مولف ہو جائے تو لوگوں کو اس سے بہت بڑا فائدہ پہنچے گا میری رائے میں وجوہ ذیل اشاعت کتاب ہذا کے موید و متقاضی ہیں۔

(۱) اس کے اکثر صفحات سلطان وقت کی تعریف اور خیر خواہی سے مملو ہیں۔

(۲) امن و سکون کی ہدایت و حمایت کرتی ہے۔

(۳) اسلامی تمدن کو زندہ کرتی اور اس کے پاکیزہ اصولوں پر حاوی ہے۔

(۴) رعیت اور بادشاہ کے درمیان رابطہ محبت و اتحاد کو مضبوط کرتی ہے۔

(۵) نامی گرامی فضلاء ہند و دکن نے اس کی توثیق و توصیف فرمائی ہے۔

نوٹ۔ مولف علامہ نے اور بھی حسب ذیل کتب تالیف فرما کر سلسلہ تالیفات آصفیہ میں قابل قدر اضافہ فرمایا ہے

فجزاہ اللہ خیر الجزا

[illegible] جامع علوم شریعت و طریقت حاوی فروع و اصول زبدۃ الاقران والاماثل بحر الزاخر سحاب الماطر مولانا الحاج الحافظ القاری الواعظ عالیجناب مولوی محمد عبد الحی صاحب صدیقی البیابانی

ادام اللہ فیوضہم و برکاتہم بتعاقب الایام واللیالی

بر تصنیف عالم وحید و فاضل فرید یادگار سلف بقیۃ خلف حضرت مولانا حکیم احمد بزرنجی ادام اللہ افاداتہم السنیہ

وانا ضاتہم العلیہ فی کل بکرۃ و عشیہ

الحمد للہ الہادی من شاء الی صراط المستقیم والموفق من اراد للتمسک بدینہ القویم والصلوۃ والسلام الاتمان الادومان علی من اوتی جوامع الکلم فاشتمل کل فصیح و فہیم صلی اللہ تعالی وسلم علیہ ما دام ہذا الدین القویم ناصرا و ناہجا علی الطریق المستقیم و مصداقا لقول سید المرسلین ولا یزال طائفۃ من امتی قائمین بامر اللہ لا یضرہم من خذلہم الی یوم الدین) وعلی الہ واصحابہ واولیاء امتہ اجمعین القامعین بواضح ادلتہم لمرتاب

اسلۃ المبتدعین والمشرکین اما بعد عارف اوحد عالم منتہی حامی شرع وسنت ماحی
شرک و بدعت حضرت السید السند مولانا و مخدومنا حبیب احمد یزدیجی لا زال
صارم تحقیقہ قاطعا اعناق الشبہ العقلیہ وسنان عرفانہ فی کبد المخالفات الفکریہ
کی جتنی تالیفات لطیف و تصنیفات شریفہ دیکھنے میں آئیں وہ سب اس امر کی شہادت دے رہی ہیں کہ
جناب والا اس زمانہ پرفتن میں حکیم امت و مجدد دین و ملت ہیں آپ نے اپنی تحریرات بلیغہ میں اظہار حق
صریح و بیان راجح من المرجوح میں کوئی کسر باقی نہ رکھی اور مخالفین اسلام کو صاع بصاع اور ذراع کے مقابلہ
میں باع دینے میں کوتاہی نہ کی جو آپ کے تبحر علمی پر دلیل ہیں اور ملکہ خداداد کی برہان روشن ہے پس اقوال
مخالفین مصداق ان اوھن البیوت لبیت العنکبوت ھباءً منثورا ہو گئے اللہ پاک نے آپ کو نصرت
دین متین اور اصلاح مسلمین کے لیے مخصوص فرمایا ہے اور احقاق حق و ابطال باطل میں مصداق لا یخافون
لومۃ لائم بنایا ہے اہل اسلام ایسے علامہ زمانہ و فرد یگانہ کے وجود پر جس قدر شکر و فخر کریں زیبا اور انکی
تالیفات مفیدہ کی جو کچھ قدر کریں سزاوار ہے حق تعالیٰ شانہ آپ کو مجاہد شرع مبین و حامی مسلمین جزائے خیر
عطا فرمائے اور مخالفین دین پر علی الدوام منصور رکھ کر آپ کے فیوض و برکات کو اقطار عالم میں پھیلائے

آمین ثم آمین ۱۲ ربیع المنور ۱۳۲۶ھ

کتبہ عبد ذلیل الرب جلیل غبار تراب اقدام العلماء العاملین خادم الاسلام والمسلمین ابو سعید محمد عبد الہادی کان اللہ لہ فی

تقریظ جناب محمد عبد الباقر خاں صاحب مرحوم وکیل درجہ اول

عہد مبارک عثمانی کی مفید حکومت و رعیت عمدہ اور تالیفات جو حکومت اور اس سے وابستگی عالم کی اصل
فطرت ہونے کی نسبت بالکل نئے مذاق پر آغاز دولت آصفیہ سے اب تک اس طرح کی کتاب تالیف نہیں ہوئی

انواع مخلوقات میں سے ہر نوع کی خلقت کا ایک جداگانہ خاص مقصد ہوتا ہے جو اس خلقت کی
کمال ہیئت نوعیہ سے حاصل ہوتا ہے۔ یہی کمال نوعی افراد نوعیہ کو محبوب و مرغوب بنا دیتا ہے۔ اس لئے نوع
انسانی کی (جو تمام انواع مخلوقات میں افضل و اکمل ہے) خلقت کا ایک خاص مقصد ہے جو اس کی ہیئت
نوعیہ کی کمال سے حاصل ہوتا ہے جب اس نوع کی کسی فرد میں یہ کمال پیدا ہوگا تو وہ فرد مقاصد انسانیہ کی
محل ہوگی لہذا اس کا محبوب خلائق ہونا لازمی ہوگا چنانچہ منجملہ ان افراد کے جناب مولانا حبیب احمد صاحب
یزدیجی ایک مخصوص و ممتاز فرد ہیں جن کے کمال و تقدس کا علم مجھے ذاتی طور پر ہونے کے علاوہ ہمارے جریدہ
سے بھی (جو نہایت قابل وثوق ہے) حاصل ہوا ہے حتیٰ کہ اس کا سلسلہ ممالک محروسہ سرکار عالی سے

فہرست مضامین اعظم الاخلاق حصہ دوم

صفحہ	مضمون
	باب (۶۳)
۱۷۹	دشمنوں کی مدافعت کا ایک بڑا اصول
"	دشمنوں کی مدافعت کا دوسرا اصول
۱۸۰	دشمنوں کی مدافعت کا ایک بہت بڑا افلاطونی
"	حکیمانہ اصول جو فی الحقیقت ایمانی اور قرآنی اصول ہے اور اخلاقی
"	دشمن کو گالی دینے سے احتراز
۱۸۱	دشمنوں کی مدافعت کے تین ترتیبی اور تدریجی طریقے
	باب (۶۴)
"	عنوان سابع کا تیسرا مضمون ان لوگوں کی معاشرت
"	پر جو نہ دوست ہوں اور نہ دشمن
"	ناصحوں کے ساتھ معاشرت کا طریقہ
۱۸۲	صلحا کے ساتھ معاشرت کا طریقہ
"	حمقا کے ساتھ معاشرت کا طریقہ
"	تکبر والوں کے ساتھ متکبرانہ معاشرت ضروری ہے
"	فضلا کے ساتھ معاشرت کا طریقہ
"	پڑوسیوں اور قرابت داروں کی بداخلاقی پر صبر
	عنوان سابع کا چوتھا مضمون اپنے سے کم درجہ
	والے کی معاشرت میں۔
"	طالب علم کے ساتھ کیا برتاؤ رکھے۔
"	سائل کے ساتھ معاملہ کی کیفیت۔ ناتوانوں کی دستگیری
	مظلوموں کی اعانت۔
	باب (۶۵)
۱۸۳	خیر رسانی میں حضرت حق تعالیٰ و تقدس کی پیروی
"	اولیائے رحمانی اور علمائے ربانی اور حکمائے یزدانی
	کے آثار خیر۔
"	لوگوں کے اخلاق اور تدبیر منزل اور تمدن یا تحصیل
	آثار خیر کے نتائج ہیں۔
"	ان آثار خیر کی ایک چھوٹی سی مثال
۱۸۴	نبوی تعلیمات کی جامعیت اور عالمگیری
	باب (۶۶)
"	سلطنت اور تمدن کے لئے ارسطو کے قوانین مرتب
	کرنے کا باعث۔
"	سلطنت اور تمدن کے بارہ میں ارسطو کا مجموعہ قوانین
۱۸۶	پہلا قانون
"	دوسرا قانون جس میں بادشاہوں کے اقسام
	لکھے ہیں۔
"	ان اقسام میں سے بادشاہان دولت آصفیہ علی الخصوص
"	حضرت اقدس و اعلیٰ کا انتخاب
"	حضرت اعلیٰ کے دست کرم کی دائمی عطا سعادت
	کی حد بندی۔
۱۸۷	تیسرا قانون
۱۸۸	چوتھا قانون

باب (۶۲)

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جب دشمن کے عیوب ظاہر اور مشہور کیے جائیں تو بجائے اس کے کہ ان عیوب سے دشمن متاثر اور محجوب ہو خود اس کا نفس ان عیوب کا عادی ہو جائے گا۔ تیسرا فائدہ یہ ہو کہ دشمن کے عیوب کی تلاش تو اس وجہ سے کرنی پڑتی ہو کہ اسکے ذریعہ سے دشمن کی مدافعت اور اپنی محافظت کی جاے پھر جب ان عیوب کا افشا کیا جائے تو ممکن ہے کہ دشمن خود ان عیوب کے ضرر سے اپنی حفاظت کی تدبیر کرلے اور اسکی مدافعت اور اپنی حفاظت فوت ہو جائے۔ چوتھا یہ کہ جب ان عیوب کو پوشیدہ رکھے گا تو وہ موقع پر بہت بکار آمد ہونگے یعنی دشمن کی غفلت اور بیخبری میں اچانک ان (عیوب) کے بُرے نتائج اس پر وارد ہو جائینگے اور انکے تدارک کی اس کو مہلت نہ ہوگی البتہ اس صورت میں کہ خود دشمن کے روبرو اُن عیوب کے اظہار سے یہ امید ہو کہ دشمن اپنے عیوب پر مطلع ہو کر خستہ اور شکستہ ہو جائیگا تو ایسے خاص موقع پر اُن کا اظہار برا نہیں مگر ایسی صورت کی دریافت میں بڑی فراست اور تجربہ کاری کی ضرورت ہے اور بمقابل دشمن بہتان سے اپنے کو بچائے رکھیں کیونکہ بہتان بغیر جھوٹ کے نہیں ہوتا اور جھوٹ سے آدمی کی قدر زائل ہو جاتی ہے لہذا وہ دشمن کی قوت کا اور اس کے غالب ہو جانے کا سبب ہوتا ہے مگر حکام کو اور بڑے بڑے لوگوں کو بلا کم و کاست اپنے دشمنوں کی شکایت سناوے تا وہ اسکی دشمنی سے آگاہ رہیں اور جب دشمن ان حکام کے پاس اس شخص کی نسبت بدگوئی کریں تو وہ حکام دشمنوں کی ایسی بدگوئی کے وقت بے خبر نہ رہیں بلکہ پہلے سے ان کو اس دشمنی کی خبر رہے اور بدیں وجہ انکی بدگوئی حکام کے پاس مقبول نہ ہو اور دشمنوں کے دفع کرنے کا ایک بڑا اصول یہ بھی ہے کہ ہر قوم کی عادات و خصائل سے واقف ہو تا کہ اُن عادات و خصائل کو انکے مقابلہ عادات

وخصائل سے دفع کرے اور دوسرا اصول یہ ہے کہ ہر قوم میں اضطراب پیدا کرنے کے جو اسباب ہیں اون سے بھی باخبر ہوتا بہ موقع ان کا استعمال کرے افلاطون نے دشمنوں کے دفع کرنے کا ایک بہت بڑا حکیمانہ اصول قائم کیا ہے وہ یہ ہی کہ دشمنوں میں جو فضائل (یعنی اعمال و اخلاق فاضلہ ہیں) ان فضائل کی تحصیل اپنی ذات میں اس طرح کرے کہ جس سے خاص اون فضائل میں اپنے دشمنوں پر فائق ہو جائے اس صورت میں دشمن اُس کے مقابل پست ہو جائیں گے اس لئے کہ تمام امور کا دار و مدار تخیل نفس پر ہے جب نفس یہ دیکھتا ہے کہ فلاں شخص فلاں اور فلاں فضائل میں مجھ سے بڑھا ہوا ہے تو اوس کا خیال اوس کو آگے نہیں بڑھنا بلکہ روک دیتا ہے اور اس شخص افضل کو آگے بڑھا دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ دشمن اس کے روبرو حقیر و خوار ہوتے ہیں اور فی الحقیقت یہ قرآنی اصول ہی چنانچہ مسلمانوں کو مخالفوں کی عداوت کے دفع کرنے کی تدبیر خدا تعالیٰ نے یوں بتائی ہے وان تصبروا وتتقوا لا یضرکم کیدھم شیئا اور صرف یہی ایک اصل نہیں بلکہ اس طرح کے بے شمار اصول قرآن مجید میں موجود ہیں جہاں افلاطون وارسطو کے عقول کو گزارہ بھی نہیں ہے۔ دشمن کے مقابل میں گالی دینی یا اس پر نفرین ولعنت کرنی یا اوس کی غیبت کرنی خاص عورتوں کی خصلت ہے جس کو مرد کبھی پسند نہیں کرتے اور اس کے علاوہ بجائے اسکے کہ دشمن کو گالی یا نفرین ولعنت سے کچھ ضرر پہونچے خود الٹے اس کا وبال اپنی جان پر اور عزت ووقار پر عائد ہوتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ دشمنوں کے ضرر دفع

ترجمہ۔ اور اگر برائیوں سے بچتے رہوگے اور (بھلائیوں پر) استقلال کے ساتھ قائم رہوگے تو ان (مخالفوں) کے مکر تمہارے حق میں کچھ بھی مضر نہ ہونگے

کرنے کے تین طریقے ہیں پہلا طریقہ یہ کہ اون سے ایسا سلوک کیا جائے کہ
جس سے اون کی اصلاح اور اون کی عداوت زائل ہو جائے اور اگر اس طرح
سے دشمنوں کی ذاتی اصلاح نہ ہوسکے تو شخص ثالث کے ذریعہ دشمنوں کی باہمی
اصلاح کی جائے **دوسرا طریقہ** یہ کہ اگر دونوں مذکورہ طریقوں سے دشمن کی
اصلاح نہ ہو تو دشمن کے مقام سے دور ہوجائے خواہ سفر کے ذریعہ سے خواہ اپنی
سکونت کو وہاں سے منتقل کرنے سے **تیسرا طریقہ** دشمنوں کے استیصال کا ہے۔
اور یہ طریقہ ان دونوں (مذکورۂ بالا) طریقوں کے بعد ہے اور یہ طریقہ اس حالت
مجبوری میں اختیار کیا جائے کہ جب دشمن بالذات شریر ہو اور اس کے شر سے
کسی طور پر بچنا ممکن نہ ہو کیونکہ بصورت مجبوری دشمن کے استیصال میں خواہ مخواہ
کوشش کرنی پڑتی ہے مگر اس مجبوری کی صورت میں بھی فریب اور بددیانتی سے
اجتناب کریں۔

باب ۶۳

اون لوگوں کی معاشرت میں کہ جو لوگ نہ دوست ہوں نہ دشمن

تیسرا مضمون یہ ہے کہ جو لوگ نہ دشمن ہوں اور نہ دوست تو اون کی معاشرت
کے طریقے اون کے مراتب کے اعتبار سے حسب تفصیل ذیل مختلف ہوں گے
اگر ناصحوں (یعنی بے غرضانہ نصیحت کرنے والوں کا) زمرہ ہے تو کشادہ پیشانی
اور اخلاق کے ساتھ اون سے میل جول رکھیں مگر بلاتحقیق وتنقیح ہر شخص ناصح کے
قول قبول نہ کرلیں بلکہ شخصی تنقیح اور اشخاص کے مقاصد واغراض کی تحقیق کے

بعد اون کے اقوال کی تحقیق کرنی چاہئے اور صلحا (یعنے باہمی اصلاح کرنے والوں
کی تعظیم وتکریم کرنی چاہئے اور اون کو مصلح قوم جانکر اون کی اعانت کرنی
چاہئے اور حمقا کے ساتھ حکیمانہ معاشرت کرنی چاہئے اور اون کے احمقانہ
برتاؤ کا یا اون کی گالیوں کا اعتبار کرکے اون کی مکافات (یعنے بدلہ لینے)
کے درپے نہ ہونا چاہئے مگر تکبر والوں کے ساتھ متکبرانہ معاشرت ضروری ہے
تاکہ اون کے تکبر کا توڑ ہو اور وہ اپنے تکبر سے باز آئیں کیونکہ جب متکبروں کے ساتھ
تواضع اور انکسار کیا جاتا ہے تو اون کا تکبر اور بڑھتا ہے اور فضلا کے طبقہ
کی بزرگی اور اس کا ادب لازم ہے اور اس (طبقہ) سے استفادہ ضروری ہے
اور پڑوسیوں اور قرابت داروں کی بداخلاقی پر صبر کرنا چاہئے چوتھا مقصود
یہ ہے کہ جو لوگ اپنے سے کم درجہ ہوں وہ اگر متعلم (یعنی طالب علم) ہیں تو اونکو
اپنے فرزندوں کے برابر عزیز رکھنا چاہئے اور اون کی عادت وطبیعت کے
موافق اون کی تعلیم کرنی چاہئے اور اگر سائل ہیں اور بے ضرورت نہایت الحاح
کے ساتھ مانگتے ہیں تو اون کے الحاح پر اون کو زجر کرنا چاہئے اور بہ مصلحت
تادیب اونکے سوال کے پورا کرنے میں توقف کرنا چاہئے مگر اس صورت میں جب اون کا الحاح
(یعنی گڑگڑانا) اضطرار کی وجہ سے ہو تو اوس وقت اون پر رحم کرنا چاہئے
اور سوال کے بارے میں اصول یہ ہے کہ محتاج اور طامع میں تمیز کرنی چاہئے
جو سائل فی الحقیقت محتاج ہو سوال پر اس کو نہ جھڑکنا چاہئے اور اوس کے
سوال کو حتی الامکان پورا کرنا چاہئے اور اگر محتاج نہیں صرف طمع سے سوال
کرتا ہے تو ایسی طمع سے اوس کے باز رکھنے کی تدبیر کرنی چاہئے اور جہاں

طامع و محتاج میں تمیز نہ ہوسکے۔ وہاں اصل سوال کے احکام عائد ہوں گے (یعنی سائل کو نہ جھڑکنا اور اس کا سوال پورا کرنا اور جو لوگ ضعیف و ناتوان ہوں اون کی دستگیری اور جو مظلوم ہوں اون کی اعانت کرنی چاہیئے۔

باب (۶۴)

خیر رسانی میں غیر غرضی ہونے اور ارسطاطالیسی قوانین کی تائید میں

اور جہاں تک ہوسکے خیر رسانی میں خیر مطلق تعالی و تقدس کی پیروی کرنی اور اسی کے طریقہ کو اختیار کرنا چاہیئے یعنے جیسے خدائے تعالی کی خیر رسانی بالکل بے غرض ہے اسی طرح طالب کمال کی خیر رسانی بھی کسی غرض نفسانی پر موقوف نہ ہونی چاہیئے بلکہ اوس کی خیر رسانی کا سبب محض حب خیر ہونا چاہیئے اولیائے حقانی اور علمائے ربانی اور حکمائے یزدانی کی خیر رسانی محض حب خیر کی وجہ سے تھی اور اون کے سوا دنیاداروں کی خیر رسانی میں کچھ نہ کچھ غرض نفسانی کی آمیزش تھی لہذا اون کے آثار خیر فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً (ترجمہ لیکن میل (جو یعنی چیز غیر قابل انتفاع ہے) پس وہ (یوں ہی) بیکار چلی جاتی ہے اور لیکن جو چیز لوگوں کے لئے نفع رساں ہے وہ زمین میں قائم ہو جاتی ہے) کے قرآنی اصول پر قابل ثبات نہ تھے اور اون کے آثار خیر وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ کے قرآنی اصول پر لائق استقرار تھے لہذا اب تک وہ تازہ اور انشاء اللہ تعالی ختم دنیا تک بھی وہ بالکل تازہ رہیں گے لوگوں کے اخلاق

اور تدبیر منزل اور تمدن انھیں آثار خیر کے نتائج ہیں جس کی ایک چھوٹی سی مثال ہمارے پاس یہ ہے کہ افلاطون و ارسطو کے زمانہ کو ہزارہا سال گزر چکے اور صرف حکیمانہ حیثیت سے دنیا میں اون کا امتیاز مانا گیا ہے مگر محض اسی حیثیت کی وجہ سے اون کے آثار خیر نے بھی دنیا کو بہت فائدہ پہنچایا ہے اور سلطنتوں نے اوس سے بہت مدد لی ہے چنانچہ منجملہ اون کے ارسطاطالیس کی وصایا ہیں جن کو انھوں نے سلطنت اسکندریہ کے لئے دستور العمل کے طور پر لکھا ہے اور وہ یونانی زبان میں تھے گردنیا نے اون کو نہایت احتیاط کے ساتھ دست بدست خلیفۂ مامون کے دورۂ عربیہ تک پہنچایا اور چونکہ دورۂ عربیہ کی نبوی تعلیمات میں یہ تعلیم بھی تھی کہ الحکمۃ ضالۃ المؤمن حکمت خاص مسلمانوں کی اسلامی چیز ہے جس کی تلاش مسلمانوں کو اوسی طرح ہونی ہے جس طرح کسی کو اپنی گم شدہ چیز کی ہوتی ہے بلا خصوصیت مقام جہاں وہ گم شدہ چیز مل جاتی ہے وہاں سے لے لی جاتی ہے اسی طرح جہاں مسلمانوں کو حکمت مل جاتی ہے وہ اوس (حکمت) کو بالکل اپنی چیز جان کر لے لیتے ہیں لہذا خلیفہ مامون نے اس کی قدر کی اور ان ارسطاطالیسی وصایا کا ترجمہ یونانی سے عربی میں کرایا اور اس کا نام سر الاسرار رکھا ارسطو کی ان وصایا کا باعث یہ تھا کہ سکندر نے جب عجم کو فتح کیا تو دیکھا کہ اہل عجم میں عاقل و شجیع لوگ کثرت سے ہیں بناءً علیہ اب اون کو اس امر میں تردد ہوا کہ اگر عجم کے ایسے عاقل و شجیع لوگ بحال خود چھوڑ دئے جائیں تو مفتوحہ اقلیم کے پھر قبضہ سے نکل جانے کا اندیشہ ہے اور اگر اس (قبضہ) سے نکل جانے

نبوی تعلیمات کی جامعیت اور جہانگیری

ارسطو کی وصایا کا باعث

کے اندیشہ پر اون کو قتل کروا ئے جانا یہ تو عدل و انصاف سے دور ہے لہذا اسکندر نے ارسطو کو جس نے بڑھاپے کی وجہ سے دربار سکندری کی حاضری سے معافی لے لی تھی اس امر کی دریافت اور مشورہ میں ایک عنایت نامہ لکھا جس میں حکیم کی بہت خاطر داری تھی اور یہ بھی تھا کہ آپ کی گفتگو کا شرف میسر نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے امور میں حیرانی ہوتی ہے منجملہ اون کے یہ جدید واقعہ ہے بنا بر علیہ جس طرح ہو سکے اسباب ملاقات کے انتظام میں کوشش فرمائی جائے تا یہ تازہ تردد اور مثل اس (تازہ تردد) کے اور آیندہ ترددات رفع ہوتے رہیں ارسطو نے اس عنایت نامہ سلطانی کے جواب میں یہ لکھا کہ میں نے خدمت سلطانی کی ملازمت سے جو معافی لے لی ہے اوسکی وجہ یہ نہیں ہے کہ صحبت گرامی کی مجھے رغبت نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ بڑھاپا و ضعف جسمانی لاحق اور قویٰ میں فتور واقع ہے اس بنا پر جب مجھ میں مصاحبت کی طاقت و قابلیت نہیں تو اس رسالہ میں ایسے قوانین بیان کرتا ہوں کہ جو تمام جزئیات کے اصول ہوں لہذا تمام جزئیات میں ان قوانین کی طرف رجوع فرمانا آپ کے لئے کافی ہوگا اور میری مصاحبت کی ضرورت نہ ہوگی۔

باب (۶۵)

ارسطو کے قوانین میں

اب یہاں سے ارسطو نے قوانین لکھنے شروع کئے۔

پہلا قانون (جس کو سکندر نے خاص طور پر پوچھا تھا اور اسی ضرورت کے باعث ارسطو سے ملاقات کرنی چاہی تھی) یہ ہے کہ عجم کے امرا اور فضلا کے قتل کرا دینے یا چھوڑ دینے کی نسبت آپ نے جو پوچھا اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ اون کو ہلاک کر سکتے ہیں تو کیا اون کو (جو خدائے تعالیٰ کے قبضہ میں ہے) بدل سکتے ہیں اور جب قطعًا اون کی آب و ہوا پر آپ کو قدرت نہیں ہے اگر اون کو قتل کر دیں گے تو دوبارہ اس آب و ہوا سے بالکل ویسے ہی لوگ پیدا ہوں گے اور پھر وہی سابقہ اندیشہ قائم ہوگا۔ لہذا قتل سے اس اندیشہ کے سلسلہ کا انقطاع نہیں ہو سکتا بلکہ اس اندیشہ سے مطمئن ہونے کی صورت یہ ہے کہ اون کو بندۂ احسان بنانے کی کوشش کیجئے تا وہ آپ کے تمام اطاعت گزاروں سے زیادہ مطیع بن جائیں۔

دوسرا قانون یہ ہے کہ بادشاہوں کی چار قسمیں ہیں ایک تو وہ جو اپنی نفس اور اپنی رعیت دونوں کے حق میں سخی ہیں دوسرے وہ جو اپنے حق میں تو سخی ہیں مگر رعیت کے حق میں بخیل ہیں۔ تیسرے وہ جو اپنی رعیت کے حق میں سخی ہیں مگر اپنے نفس کے حق میں بخیل ہیں چوتھے وہ جو اپنے اور رعیت دونوں کے حق میں بخیل ہیں۔ ان چار قسم کے بادشاہو میں سے پہلی قسم کے بادشاہ بالاتفاق محمود و سعید ہیں۔

دولت آصفیہ خلدہا اللہ الی یوم القیامہ کے تمام بادشاہ عالی جاہ اسی (پہلی) قسم کے بادشاہ ہوے ہیں اور ان سب (بادشاہان عالی شان) کے یادگار یعنی اعلیحضرت آصف جاہ سابع بادشاہ دوراں نواب

میر عثمان علی خاں بہادر ادام اللہ دولتہ ناگز یرالجدیدان نے رعایا کی پرورش اور اون کے ساتھ سخاوت کرنے کی وہ نوبت پہنچائی ہے کہ اگر اون کے دست کرم کو سحاب مدرار (خوب پانی برسانے والے ابر) سے تشبیہ دیجئے تو بھی اون کے بیان کرم کا حق ادا نہیں ہوتا اس لئے کہ ابر کی عطا موسمی ہے اور اونکی عطا دائمی اور دوسری اور چوتھی قسم کے بادشاہ بالاتفاق قابل مذمت ہیں اور تیسری قسم کے بادشاہوں کی نسبت اختلاف ہوا ہے حکمائے ہند کی رائے یہ ہے کہ بادشاہوں کی یہ تیسری قسم بھی محمود ہے اس لئے کہ اس میں رعیت کی نسبت بجز خیر کے کسی قسم کی برائی نہیں ہے مگر حکمائے فارس کی رائے اس کے خلاف ہے اس لئے کہ بخل خود ایک بری خصلت ہے جس سے نفس کا تزکیہ لازم ہے اور جب اس بری خصلت سے نفس کا تزکیہ نہ ہوگا تو اندیشہ ہے کہ شاید بادشاہ کی یہ بری خصلت (یعنی بخل) رفتہ رفتہ رعایا میں بھی سرایت کر جائے اور جب پہلی قسم قابل تعریف ٹھہری تو اوس کے لئے سخاوت وعطا کی حد بندی کرنی ضرور ہے بنا برآں علیہ حکیم (یعنے ارسطو) نے اسکی حد بندی اس طرح کی ہے کہ سخاوت اوسی کا نام ہے کہ اہل استحقاق کو اون کی ضرورت کے موافق دیا جائے اور جب اوس (ضرورت) سے بڑھا دیا جائے تو وہ سخاوت نہ ہوگی بلکہ اسراف ہوگا۔ اور عطیات کی دوسری حد بندی یہ ہے کہ اگر بادشاہ نے مداخل ومخارج کے تحمل واکتفا سے زیادہ سخاوت کی تو اوس سے ضرور ملکی انتظام میں خلل واقع ہوگا۔

تیسرا قانون یہ ہے کہ لوگوں کے ملک واملاک اور اون کے اموال میں

بیجا مداخلت اور تصرف نہ کیا جائے۔ یہ (تیسرا) قانون بقائے ملک کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور سخاوت و کرم کی روح اور اس کا اصل اصول ہے۔
چوتھا قانون سخاوت و کرم کی تکمیل سے متعلق ہے وہ یہ کہ نیک لوگوں کی قدر و منزلت کی جائے اور عام لوگوں کے ساتھ خلق اور کشادہ پیشانی سے معاملہ کیا جائے اور ہر ایک کا جواب اوس کی حیثیت کے موافق دیا جائے اور جاہلوں کی عام اور معمولی خطاؤں سے درگزر کیجائے۔

باب (۶۶)

پانچواں قانون یہ ہے کہ عقل ایک آئینہ ہے جس میں کمالات اور عیوب دونوں کا مشاہدہ ہوتا ہے اور اوسی (عقل) پر انتظام و تدبیر کا دار و مدار ہے لہذا آئینہ عقل میں اس امر کا مشاہدہ ہو رہا ہے کہ عقل کا پہلا آلہ اور نیز تمام فضیلتوں کی جڑ نیکنامی کی خواہش ہے اس لئے کہ سلطنت و ریاست سے یہ مقصود نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ خاطر خواہ لذتوں سے محظوظ ہوں بلکہ یہ مقصود ہے کہ دنیا میں بادشاہ کی نیک نامی کا شہرہ ہو اور لذتوں سے کنارہ کرنے اور نیک نامی حاصل کرنے کا اصلی ذریعہ یہی ہے کہ بادشاہ دین کا تابع ہو نہ یہ کہ دین کو اپنا تابع کرے اگر دین کو اپنا تابع کرے گا تو اوس سے شریعت الہی کی اہانت ہوگی نعوذ باللہ منہا شریعت الہی کی اہانت کا انجام یہی ہے کہ اس سے دولت و حکومت کو زوال آجاتا ہے ارسطو کے اس قانون سے ثابت ہوتا ہے کہ فلسفی تعلیم کی بہت بڑی تعلیم یہ ہے کہ شریعت کا اتباع کیا جائے۔

اور دین کو مقدم رکھا جائے اس روسے فلسفہ اسلام کے ساتھ مربوط ہوجاتا ہے مگر وہ سچا فلسفہ اس قدر بگاڑ دیا گیا کہ اوس کی اصلیت چھپ گئی اور یہی فلسفہ مغیرہ جس تاریکی میں گیا وہاں سے تغیر در تغیر کے بعد ایک نیا رنگ لے کر دنیا میں ظاہر ہوا اور اسی فلسفہ کے بہت سے عاشق پیدا ہوگئے اور تہذیب و تعلیم کو اس سے مربوط کرکے ایک مغیّر اسلام قائم کردیا۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ تَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ

چھٹا قانون یہ ہے کہ بادشاہ کے لئے ضروری ہے کہ بلند ہمت اور صائب رائے اور شیریں زبان اور بلند آواز ہوں اور بلا ضرورت بات نہ کریں۔ اور اخلاقی اور قومی حیثیت سے جو لوگ سفلہ ہوں اون کو اپنے پاس دخل نہ دیں اور زیادہ نہ ہنسیں۔ کیونکہ زیادہ ہنسنے سے ہیبت و وقار زائل ہوجاتا ہے اور قبل از وقت بڑھاپا آجاتا ہے اور بدن کی حرارت عزیزی کو ضعیف اور کمزور کرتا ہے۔

ساتواں قانون یہ ہے کہ دربار کی رونق افروزی یا کہیں تشریف لیجانے کے وقت ایسے مزین ہوں کہ جس سے اون کو شاہی امتیاز حاصل ہو اور دوسرے لوگوں میں اور اون میں فرق ہو۔

ترجمہ۔ نہیں انتظار کرتے ہیں وہ اپنی سزا پانے اور اپنے انجام بد کو دیکھنے کے لئے مگر قیامت کے آنے کا یا مواخذہ الٰہی کی کچھ نشانیوں کا۔ ٹھیرے رہو یہاں تک کہ آپہونچے اللہ کا حکم اور اللہ حکم فرماتا ہے کہ کسی کو اوس کے حکم کے واپس کرنے اور پیچھے ڈالنے کا مقدور نہیں۔

فلسفہ مغیرہ

اسلام مغیر

آٹھواں قانون یہ ہے کہ شہوت کی حرص نہ ہو اس لئے کہ وہ بد چارپایوں
کی خاصیت ہے پھر **انسان کو** ایسی حرص پر (جس میں یہ چوپائے سے
انسان سے بڑھا ہوا ہو) کب فخر ہو سکتا ہے اور اس کے علاوہ حرص شہوت
کے دوسرے نقصانات یہ ہیں کہ اس سے بدن ضعیف ہو جاتا ہے اور عمر
گھٹ جاتی ہے اور وہ (حرص) زنانہ خصلتوں کے پیدا ہونے کا سبب
ہو جاتی ہے۔

نواں قانون یہ ہے کہ مسکینوں اور ضعیفوں کے حال سے غافل نہ رہیں
اور اون کے احوال کی جستجو کو فرض جانیں کیونکہ اس میں حضرت خالق کی
رضامندی اور اُسی سے مخلوق کی کشش ہے (خیال فرمایا جائے کہ فلسفہ
خود رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھتا ہے پھر آج کل کے جو فلسفی خدائے تعالیٰ کو
بھولے بیٹھے ہیں یا برائے نام صرف زبان سے خدائے تعالیٰ کا نام لیتے ہیں
اور کام اوسکی رضا کے خلاف کرتے ہیں تو وہ بالکل جھوٹے فلسفی ہیں۔

دسواں قانون یہ ہے کہ اقسام کے غلّے اور کرانے ذخیرے کے طور پر
ہمیشہ جمع رکھے جائیں تاکہ یہ ذخیرے (قحط سالی میں (جس کا وقت معلوم
نہیں ہو سکتا) کارآمد ہوں اور قحط کا انسداد کر دیں۔

گیارہواں قانون یہ ہے کہ اس طرح کی سیاست قائم کی جائے کہ جس
سے اہل صلاح (یعنے نیک لوگ) بادشاہ سے مطمئن رہیں اور اہل فساد خائف
رہیں۔

باب (۶۷)

بارہواں قانون یہ ہے کہ میں نے بادشاہ کو بارہا وصیت کی ہے اور
اس وقت بھی تاکید کے ساتھ وصیت کرتا ہوں کہ خونریزی میں ہرگز دلیری
نہ کریں کیونکہ جاندار کا ہلاک کرنا خاص اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور حقیقت
حال بجز خدائے علام الغیوب کے اور کوئی نہیں جان سکتا لہٰذا ممکن ہے کہ جس کو
آپ نے قابل قتل سمجھا ہے وہ فی الحقیقت مجرم نہ ہو بلکہ اوس پر تہمت لگائی
گئی ہو یا اوس جرم کے اقدام میں اوس کے لئے کوئی عذر معقول ہو بناءً علیہ
کسی کے قتل میں دلیری نہ کی جائے بلکہ نہایت تحقیق و تنقیح کے بعد جب وہ قطعًا
قابل قتل سمجھا جائے تو اوس وقت قتل کا حکم دیں (ہماری اسلامی شریعت
نے جو احتیاط حدود و قصاص میں رکھی ہے وہ کس کو نہیں معلوم ارسطو کا یہ
بارہواں قانون اسی شرعی احتیاط کے موافق ہے سچا فلسفی وہی ہے جس نے
فلسفہ کو شریعت سے مطابق کیا اور فلسفہ کی اصلیت و غیر اصلیت کا
معیار بھی ٹھیرایا کہ فلسفہ کا شرع کے ساتھ موازنہ کیا جائے جو فلسفہ اصول
شرع کے موافق ہو وہ اصلی فلسفہ سمجھا جائے اور جو اصول شرع کے مخالف ہو
وہ فلسفہ متبرا) اسی پہلے مضمون کے ساتھ ارسطو نے لکھا ہے کہ ہرمس اکبر
یعنے حضرت ادریس علیہ السلام سے مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جب کوئی
شخص کسی شخص کو قتل کرتا ہے تو آسمان کے فرشتے بارگاہ الٰہی میں عاجزی
کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ تیرے فلاں بندہ نے فلاں بندہ کے قتل کرنے
کی وجہ سے (تیرے مخصوص اور غیر مشترک فعل میں) تیرا تشبہ اختیار کیا ہے
(فرشتوں کی اس عرض کے بعد) اگر وہ قتل قصاصًا ہوا ہے تو حضرت

حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ اوس کو میرے حکم سے قصاصاً قتل کیا ہے
اور اگر وہ قتل بلا قصاص صرف ظلم سے ہوا ہے تو حکم ہوتا ہے کہ میری عزت
وجلال کی قسم ہے کہ قتل کرنے والے کے خون کو میں نے مباح کر دیا اس
حکم کے بعد ملائکہ اپنی ہر تسبیح اور ہر استغفار میں قاتل کے قصاص تک ہمیشہ
قاتل کے لئے بددعا کرتے ہیں اگر قاتل مقتول کے قصاص میں قتل کیا گیا تو
یہ قصاص اس کے لئے بہتر ہوتا ہے اور اگر خودبخود موت الٰہی سے وہ مر جاوے
تو یہ مر جانا اوس کے حق میں خدائے تعالیٰ کے قہر وغضب کی علامت ہے
کیونکہ بصورت قصاص قاتل معاد میں جزا سے بری ہو جاتا ہے اور بصورت
عدم قصاص وہ معاد میں سخت اور دراز عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

تیرھواں قانون یہ ہے کہ وعدہ خلافی ہرگز نہ کیجائے اور قسم ہرگز نہ
کھائی جاوے اور جب کھائی جاوے تو کس طرح اوس کے خلاف نہ کیا جائے
کیونکہ بہت سے سلاطین یونان کی مملکت جھوٹی قسم اور عہد شکنی کی شامت
سے برباد ہوگئی۔

چودھواں قانون یہ ہے کہ ملکیوں کو علوم وفنون کی تحصیل کا حکم دیا
اور جو ملکی فارغ التحصیل ہو جائیں خاص طور پر اون کی تربیت کی جاوے
اور ہمیشہ عنایت خاص اون پر مبذول رہے اس عمل سے قلوب عام میں
بادشاہ کی محبت پیدا ہوگی اور ملک کی رونق ہوگی اور بادشاہ
کی شہرت ہوگی یونانیوں کی سلطنت انہیں دو خصلتوں یعنے تحصیل
علوم کے حکم اور فارغ التحصیل لوگوں پر عنایت رہنے کی برکات سے ہمیشہ

قائم رہی۔ سلاطین یونان کا یہ قاعدہ تھا کہ رعایا کو تحصیل علوم کا حکم دیتے تھے اور اون کے اس حکم تاکیدی کی یہاں تک نوبت تھی کہ پردہ نشین لڑکیوں کو بھی وہ جاہل و بے علم رکھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے لہذا لڑکیوں کو اون کے ماں باپ کے گھر میں شریعت کے فرائض و آداب کی تعلیم ہوتی تھی اور خانگی ضرورتوں کے خیال سے طب اور نجوم کے تمام اصول بھی ان کو معلوم کرائے جاتے تھے (یونان کے سچے فلسفی نے اس امر کی کوشش کی کہ مردوں کے علاوہ لڑکیاں بھی دین سے واقف ہو جائیں مگر افسوس کہ اسلام معتبرہ کے بانی جھوٹے فلسفی کے اتباع سے لڑکوں کو بھی دین سے جاہل رکھنے اور صرف دنیا کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لڑکیوں کا تو کیا ذکر) پندرھواں قانون۔ بادشاہ کی حفاظت کا ہے جو بادشاہ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص دربار شاہی کا معتمد خاص نہ ہو اوس کے ہاتھ کی کوئی چیز تناول نہ فرمائی جائے۔ اور اپنی محافظت سے غفلت نہ فرمائی جائے۔ اور اوس واقعہ کو فراموش نہ کیا جائے کہ بادشاہ ہند نے آپ کے لئے تحفے بھیجے تھے جن میں ایک ایسی لونڈی تھی کہ لڑکپن سے اسکی پرورش زہر سے کی گئی تھی جس سے اوس کی طبیعت زہریلی ہو کر سانپ کی سی ہو گئی تھی اور اوس لونڈی کی اس طرح پرورش کرنے اور اوس کو آپ کے پاس بھیجنے سے بادشاہ ہند کو بھی منظور تھا کہ آپ کی جان کو صدمہ پہنچائیں مگر میں نے فراست سے لونڈی کے اس حال کو پالیا اور آپ کو اوس کی اطلاع کر دی و دھاگو نے کتاب قوانین الانتظام میں اس پندرھویں قانون کے مضمون

کو ایک مستقل باب میں تفصیل سے عرض کیا ہے)

باب (۶۸)

سولھواں قانون یہ ہے کہ صرف ایک ہی دلیل پر جو یقینی نہ ہو حکم صادر نہ فرمایا جائے اور جب کئی دلیل باہم ایک دوسرے کے نقیض ہوں تو اوس وقت ان سب دلائل میں جو دلیل سب سے زیادہ قوی ہو اوس پر عمل کیا جاوے۔

سترھواں قانون یہ ہے کہ منجملہ صفات الٰہیہ عدل بھی ایک صفت الٰہی ہے اور آسمان و زمین اسی عدل سے قائم ہیں اور پیغمبروں کی بعثت بھی عدل پر ہوئی ہے یعنی عدل دیکر بھیجے گئے ہیں اور عدل عقل کی صورت ہے لہذا اوس سے بڑھکر کونسی چیز ہوسکتی ہے جب عقل عدل کی صورت میں نمودار ہوئی ہے تو اس سے بڑھکر دنیا میں کونسی صورت پیاری ہوسکتی ہے عدل اپنی دلآویز صورت سے دلوں کو اپنے قبضہ میں لاکر ان کا مالک ہوسکتا ہے۔ اہل ہند نے کہا ہے کہ سلطان کا عدل (اپنی نفع رسانی میں) زمانہ کی ارزانی اور شادابی سے بہتر ہے (اس لئے کہ ارزانی اور شادابی کا نفع جسمانی ہے اور عدل شاہی کا نفع جسمانی بھی ہے اور روحانی بھی مگر اوس کا بڑا نفع روحانی ہے جس کا مرتبہ نفع جسمانی سے بہت بڑھا ہوا ہے) اور سلطان عادل مطر وابل (یعنی زور کی بارش) سے بھی بدرجہا نفع بخش ہے (اس لئے کہ بارش کا نفع جسمانی ہے اور عدل کا نفع روحانی اور جسمانی دونوں کو شامل ہے) اور بعضے کتبوں پر خط سریانی سے لکھا تھا کہ ملک اور عدل دونوں باہم ایسے بھائی ہیں کہ جن میں سے ایک کو

دوسرے سے استغنا نہیں ہے (یعنی ملک کے لئے عدل کی ضرورت ہے اور عدل کے لئے ملک کی حاجت ہے) اوس کے بعد اوس کتبہ پر لکھا تھا کہ نظام عالم کے اسباب کا باہمی ربط ایک عمدہ دائرہ کی صورت میں وضع کرتا ہوں۔ جس سے نظام عالم کے اسباب کا باہمی اتصال وارتباط ظاہر ہو جاتا ہے اور وہ دائرہ میری اس کتاب کا اور اوس کے مطالب کا خلاصہ اور انتخاب ہے اور دائرہ کی صورت یہ ہے۔
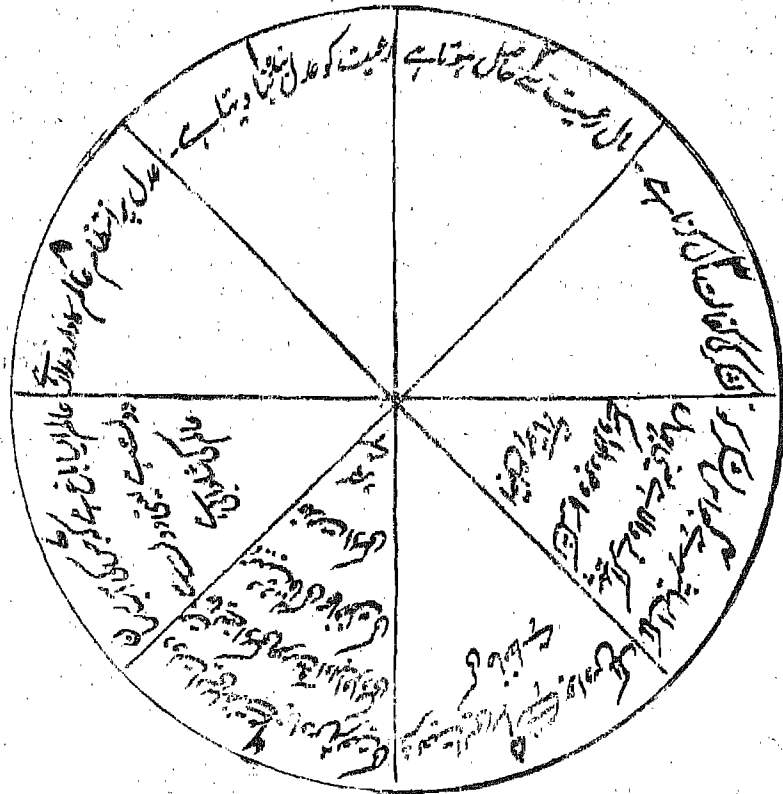
باب (۱۹)

ارسطو کے مذکورہ قوانین کی جامعیت و لطافت کے بیان میں

یہ ارسطاطالیسی قوانین خاص سلطنت سے متعلق ہیں اور اس تعلق خاص کے
علاوہ بادشاہ خاص (یعنی سکندر) اوس سے مخاطب ہیں اب ان قوانین
کی معنوی تحقیق سے پہلے (جس کے لئے مہلت کی ضرورت ہے) ان کے نہایت
ہی پرمغز و پرمعنی اور بہت ہی جامع و بلیغ اور نفیس و لطیف ہونے کا یقین
امور ذیل کی تنقیح سے بھی ہوتا ہے ارسطو کا اپنی حکیمانہ اور فلسفیانہ حیثیت میں
کامل و مکمل ہونا اوس کے قوانین کا تعلق خاص جس میں توجہ خاص اور توجہ
مفرد ہوتی ہے اور توجہ خاص کی مناسبت (اوس کے غیر مشترک اور غیر مرکب
ہونے کی وجہ سے) بٹی ہوئی نہیں ہوتی بلکہ وہ پوری ایک ہی کے ساتھ ہوتی
ہے بخلاف تعلق عام کے کہ اوس میں توجہ مشترک اور توجہ مرکب ہوتی ہے
اور اسی سبب سے اس توجہ عام کی مناسبت صرف ایک ہی کے ساتھ
نہیں ہوتی بلکہ بٹی ہوئی ہوتی ہے اور اس تعلق خاص کے ساتھ
جس میں تخصیص در تخصیص ہو جاتی ہے اور تخصیص نوعی سے تخصیص شخصی کی
طرف (جو افراد کا کامل درجہ ہے) انتقال ہوتا ہے اور توجہ نوعی تعداد
نوعی اشتراک سے شخصی افراد کے ساتھ متعلق ہو کر بالکل خالص ہو جاتی ہے
اور خود اسکندر کی ذاتی حکیمانہ حیثیت اور اون کی حکیمانہ مناسبت جس کے
ساتھ خاص طور پر حکیم اور فلسفی کو مذاق ہوتا ہے اور خاص اس مناسبت کی

عمومیت سے جو مخاطبانہ کلام صادر ہوتا ہے اوس کا رنگ خالص حکیمانہ ہوتا
ہے اور اسکندر کی ذاتی حیثیت کے علاوہ اون کی سلطنت کی بھی حکیمانہ
وضع تھی جو حکماء کی توجہ واہتمام کو اپنے حق میں اور بڑھاتی ہے اور اس توجہ
کو اپنی طرف کھینچتی ہے

اور سلطنت سکندریہ کی مذکورہ ذاتی حیثیت کے علاوہ اوسکی تمام دنیا پر حکمرانی
اس کی کافی دلیل ہے جب ان چھ امور کی تشریح کی جاتی ہے تو ثابت ہوتا
ہے کہ سلطنت کے لئے ارسطو کا یہ دستور العمل نہایت جامع و بلیغ اور نفیس ولطیف ہے

باب (۷۰)

حکما کے فیض عام اور مقابلۂ فلسفۂ قدیمہ و فلسفۂ جدیدہ کی صلاحیت کا بیان اور یہاں فلسفہ کے اصطلاحات کی تسہیل

اور چونکہ ان حکیموں کی فیض رسانی سے خاص اور عام سب کو وسیع اور فراخ حصہ ملا ہے
لہذا اون کے اس فیض خاص کے بعد اون کے فیض عام کا بھی کچھ ذکر ضروری ہے
تا فیض عام کے علاوہ [illegible] کی تکمیل بھی ہو جائے وہ یہ ہے کہ حکیم افلاطون
کی اشراقی حرکت [illegible] عالم دنیا پر روشن ہے اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ اسکی
اشراقی تعلیم نے دنیا میں باذن اللہ بڑے بڑے حکیم پیدا کئے ہیں جن کا سرگروہ
ایک ارسطو تھا جو موجد اور معلم اول مانا گیا ہے اور سلطنت سکندری کی بنیاد
اور عالمگیر سلطنت کا معلم ورہبر رہا ہے چنانچہ ابھی اس کی تعلیم سلطنت کا ذکر
کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام دنیا پر قبضہ کرنا اور بعد قبضہ اوس کو

سنبھال لینا اوس کی علمی اور عملی قوت کا ایک چھوٹا سا کام تھا بھلا نئے فلسفہ کے حامی یہ تو بتا دیں کہ اون کے فلسفہ نے افلاطون کو چھوڑ کر اس کے شاگرد ارسطو یا اوس سے بھی اتر کر ارسطو کے شاگردوں کے برابر بھی کوئی فلسفی بنایا ہے ہرگز ہرگز نہیں بتا سکتے جب مضمون یہاں تک پہنچ گیا تو مناسب مقام یہ ہے کہ ایجاد فلسفہ کے اصلی آلات کا جس سے ایجاد فلسفہ کی قابلیت حاصل ہوتی ہے مختصر بیان کیا جائے تا معلوم ہو جائے کہ فلسفہ جدیدہ کے بانی ایجاد فلسفہ کے دعوے میں کہاں تک سچے ہیں وہ بیان یہ ہے کہ تمام انسانی ادراکات کا اصلی آلہ خود انسان کے اندر موجود ہے اور اوس کا نام قوت ادراک ہے اور اس آلہ کی دو شاخیں ہیں ایک عقل نظری اور دوسری عقل عملی گویا قوت ادراک کے یہی دو بازو اور انسانی پرواز کے یہی دو پر ہیں اور ان کی بنیاد وہی قوت ادراک ہے جہاں سے یہ پیدا ہو کر انسان کو پرواز دے رہے ہیں۔ تمام کائنات کی سچی حقیقت معلوم کرنی اور واقع کو غیر واقع سے ممیز کرنا اور ایجاد و اختراع کرنی یہ سب قوت ادراک کے کام ہیں جن کو وہ اپنے بازوؤں کی قوت سے پورا کرتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ انسان کی تمام ترقیات اور تکمیلات کا دارومدار اسی قوت پر ہے جب اس قوت کی دونوں شاخیں تہذیب و اصلاح اور نورانیت و روحانیت کے آسمان پر چڑھ جاتی ہیں تو اوس کو اشراق کہتے ہیں اور اوسی سے فلسفی فطرت پیدا ہو جاتی ہے نہیں۔ بلکہ انسان فلسفہ کا پتلا بن جاتا ہے اور یہ اشراق جب ہی حاصل ہوتا ہے کہ جب انسان میں قوت

ایجاد فلسفہ کے اصلی آلات کا مختصر بیان

اشراق کے معنی

ادراک کے ساتھ قوت تحریک جو رکھی گئی ہے وہ بھی اپنے دونوں شعبوں (یعنی قوت
غضبی اور قوت شہوی کے) ساتھ نہایت مہذب اور بالکل پاک وصاف ہوجاتا
اور یہ مجموعی تہذیب انسان کو جسم کے مادی تعلقات سے بالکل علیحدہ کرکے
اوس کو سراپا نفس ناطقہ بنا دیتی ہے اب یہ اشراق انسان کو آئینہ عالم بنا دیتا
ہے جس میں ہو بہو عالم کا انطباع ہوتا ہے یا یوں کہئے کہ یہ اشراق خود انسان کو ایسا
آئینہ بن جاتا ہے جس میں بعینہ عالم کا مشاہدہ کرتا ہے یہی اشراق (یعنی سراپا
روشنی) دنیا میں فلسفہ کی تحصیل وتکمیل کا اعلیٰ آلہ ہے اور جہاں [illegible]
ہو وہاں فلسفہ کا مطلق گذر نہیں ہو سکتا چاہے زبان سے کتنی ہی لاف زنی
ہو اور خود فلسفہ عالیہ کی یہ اعلیٰ تعریف کہ (التشبہ بالالٰہ بقدر الامکان)
ثابت کر رہی ہے کہ یہی اشراق فلسفہ عالیہ کا آلہ اصلیہ ہے۔ اس لئے کہ
فلسفہ کی مذکورہ تعریف سے ثابت ہوتا ہے کہ فلسفہ عالیہ کا حصول وتحقق
بدون تشبہ الٰہیہ نہیں ہو سکتا اور تشبہ الٰہیہ جسمانیت سے مجرد ہونے کے بغیر
حاصل نہیں ہو سکتا اور اشراق اسی تجرد کا نام ہے بہرحال ہر طرح یہی
ثابت ہوتا ہے کہ فلسفہ کی تحصیل وتکمیل کا پہلا اور اصلی آلہ یہی اشراق ہے۔
جن پچھلے اور اعلیٰ فلسفیوں نے یہ آلہ حاصل کیا تھا اون کا نام اشراقی ہوا
(جن میں افلاطون بھی ہے۔

باب (۱۷)

فلاسفہ کے مشائی فرقہ اور فلسفہ قدیمہ پر اسلام کی اصلاحی نظر کے بیان میں

بقدر امکان خدائے تعالیٰ کی اقتدا اور اتباع [illegible] اقتدا اور اتباع سے متبع کو اپنے متبوع سے انتہائی تشبہ حاصل ہو
اور انتہائی کمال کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے

اب اون کے بذاتہ کامل ہونے کے علاوہ دوسروں کی تکمیل کرنے اور
اون کو اپنے ہم رنگ بنا لینے کی بھی اون میں اعلیٰ قابلیت تھی اور وہ قابلیت
ہرگز بے کار نہیں رہ سکتی تھی لہذا اوس قابلیت نے بہت سے افراد کو اپنا
ہم رنگ بنا لیا جن کا نام مشائی ہوا (یعنی اشراقیوں کے پاس کثرت سے
آمد و رفت رکھنے والے اور اون کی شبانہ روزی ملازمت و خدمت کرنے والے)

مشائی فلسفیوں کا گروہ

فلسفیوں کا مشائی فرقہ بالکل اشراقی فرقہ کے ساتھ مربوط تھا گویا اس
فرقۂ مشائیہ نے باطن سے اون (فرقہ اشراقیہ) کے ساتھ اپنی ایسی محاذات
قایم کی کہ جس سے اون کا اشراق بعینہ ان میں منطبع ہوگیا گویہ اشراقی
نہیں تھے مگر اشراقیوں کے ساتھ ایسے چسپیدہ تھے کہ گویا اپنے سوا اون کے
اشراق کی محاذات سے ہر چیز کو اٹھا کر صرف اپنی نفس کو اوس کا محاذی کر دیا
تھا اور کسی چیز کو اوس اشراق کے اور اپنی نفس کے فیمابین متوسط و حائل
نہیں ہونے دیا لہذا اس اشراق کا پورا فوٹو اون کے نفس ناطقہ میں اتر گیا
الغرض یہ (مشائی) بالکل اوسی اشراقی رضاعت کے پروردہ تھے اسلئے
اون کا خون بالکل اشراقی تھا۔ اب بیان فوق سے ظاہر ہوا کہ دنیا میں فلسفہ
کی تحصیل و تکمیل کا پہلا آلہ اشراق ہے اور اوس کا دوسرا آلہ الصاق اشراق
(یعنی اشراق کے ساتھ چسپیدگی) ہے جس کو مشائیت کہتے ہیں انھیں دو
آلوں سے فلسفہ کی پوری تکمیل ہو چکی۔ اب بجائے اس کے کہ اس کے
مقابل دنیائے فلسفہ میں دوسرا فلسفہ قائم ہو سکے۔ اس دنیائے فلسفہ کے
کسی شخص کو (اوس کے کامل و مکمل ہونے کی وجہ سے) اوس کی تکمیل کی

بھی قدرت و گنجائش نہیں اس لئے کہ دورِ اشراقیہ بھی ختم ہو گیا اور اس کی پیروی کی مشائیت نے بھی اپنا کام پورا کر لیا گویا مشائیت اشراقیت کا تکملہ تھی اب اس (اشراقیت و مشائیت کے بعد) فلسفہ کا کونسا درجہ ہے جو فلسفہ پر نظر اندازی کے قابل ہو۔ مگر ان (اشراقی اور مشائی) دونوں دوروں کے بعد فلسفہ جدیدہ کے دورہ ناشیہ سے پہلے ایک بہت بڑا تنقیحی دورہ آیا اور اوس کا نام دورہ اسلامیہ ہوا۔ اس دورہ کو انقطاع نہیں ہے بلکہ فلسفہ جدیدہ کے مرعیہ دور سے بہت پہلے اس کا ظہور ہوا یہاں تک کہ فلسفہ جدیدہ کی بے ہنگامی کو وہ بالکل قابل التفات نہ جانا اوس (دورہ اسلامیہ) کی سرچشمی اپنے فلسفہ بے ہنگام کو کب قابل التفات سمجھتی تھی اوس نے تو بحیثیت اسلامیہ دنیا کے اصلی فلسفہ (یعنی فلسفہ اشراقیہ و فلسفہ مشائیہ) کی تہذیب کی تھی اور اس قدیمہ فلسفہ کے زمانہ غفلت میں جو نقائص اوس فلسفہ کو لاحق ہو گئے تھے اون سب (نقائص) سے اوس کو پاک کیا تھا۔ گویا اسلام کا زمانہ اس حد پر واقع ہوا تھا کہ جو فلسفہ یونان کی کہنگی کا اور الحاقات سے اس کی اصلیت کے چھپ جانے کا حد تھا۔ اب اس وقت اسلام نے اس فلسفہ پر دو حیثیت سے نظر کی ایک تو اس کو اپنے اسلامی فلسفہ کے ماتحت بنانے کی حیثیت سے اور دوسری اس کے فلسفہ ہونے یا نہ ہونے کی حیثیت سے۔

پہلی نظر میں تو اسلام نے اس پر بالکل کامیابی حاصل کی اور دوسری نظر میں اوس کی فلسفی حیثیت مان لی اور اوس کی تہذیب کی جس سے مابین فلسفہ قدیمہ و فلسفہ جدیدہ محاکمہ کا ایک مضبوط اصول قائم کر دیا۔ اس

اصول سے فلسفہ قدیمہ کی اصلیت ثابت ہوتی ہے اور اوس کے مقابل کسی فلسفہ کو استقرار نہیں ہو سکتا۔ ایجاد فلسفہ کے اصلی آلات کی بحث میں جتنے مضمون اجزا قائم ہوتے ہیں وہ یہاں صرف رمز و اشارہ کے طور پر عرض کئے گئے ہیں۔ اگر یہ تحقیقات مفصل لکھی جاتے تو اوس کی صورت کی ایک مستقل اور ضخیم کتاب بنجایگی۔

باب (۴)

افلاطون کے نصائح میں

خیر یہ تو ایک معترضہ بحث تھی جو اثنائے کلام میں اصل مضمون کی مناسبت سے قائم ہو جاتی ہے اور اصل مقصد یہ ہے کہ افلاطون اشراقی کے جیسے کامل و مکمل اور فلسفیوں کے طبقات تیار کرنے والے فلسفی کا ناصحانہ کلام آب زر بلکہ روشنائی چشم اور قلم عقل سے روح کی نورانی تختی پر لکھنے کے قابل ہے اور کیوں نہ ہو اسلام نے اوس کو لیا اور قبول کیا ہے حکیم ممدوح نے اپنے شاگرد ارسطو کو بہت سی نصیحتیں کی ہیں جنمیں سے

پہلی نصیحت یہ ہے کہ خدا کو پہچانو اور اوس کے حقوق کی حفاظت کرو۔ (یہ نصیحت افلاطون کی اشراق کا خاص نتیجہ ہے جس کو انھوں نے اپنے اشراق سے تمام نصیحتوں پر مقدم رکھا ہے گویا اس کو تمام نصیحتوں کی بنیاد قرار دی ہے

دوسری نصیحت یہ ہے کہ صرف علم کے سکھانے اور سیکھنے پر اپنی تمام ہمت کا حصر کرو۔ (اس نصیحت میں ارسطو جیسے کامل و مکمل حکیم کو بھی سیکھنے کی ہدا

افلاطون کی نصائح

ہدایت کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو کبھی اپنی تکمیل سے سیرابی
نہیں ہوتی۔ اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ کا بھی یہی مضمون ہے
تیسری نصیحت یہ ہے کہ اہل علم کے امتحان کا دارومدار کثرت علم پر مت
رکھو بلکہ برائیوں سے اجتناب کرنے پر اون کی آزمایش کو موقوف رکھو (یعنی
صرف کثرت علم سے عالم کو خوبی نہیں بلکہ اوس کی اصلی خوبی اس میں ہے کہ وہ صالح
ہو اس لئے کہ تکمیل صرف غائت پر منحصر ہے اگر غائت نہ ہو تو نقص ہی نقص ہے
اور نقص تدارک کے قابل ہے نہ رغبت کے پھر اس بنا پر علم کی غائت عمل ہے
اگر کسی کو علم بہت ہو مگر عمل نہ ہو تو دوسرا نقص ہے اور اگر علم کم ہے مگر عمل ہو تو
غائت حاصل ہے اس زمانہ کا عمل اس نصیحت کے خلاف ہے اول تو اس
زمانہ کی نئی روشنی کا اصل ہی بے قاعدہ ہے اس لئے کہ نفس ناطقہ اور معاد اوس
کے سلسلۂ تعلیم کے پیش نظر نہیں ہوتے بلکہ صرف شکم پری اور جاہ طلبی اوس کے
پیش نظر ہوتی ہے لہذا اوس کا سلسلۂ تعلیم اوس کے نفس ناطقہ کی تکمیل نہیں
کرتا اور دوسرے خود اوس کا اعتقاد یہ ہے کہ صرف معلومات کے بڑھانے
پر انسانی ترقی کا انحصار ہے چاہے اوس کا عمل کیسا ہی ہو گویا اوس کی یہ رائے
بالکل مدینہ جاہلہ کی رائے کی طرح ہے)
چوتھی نصیحت یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ سے ایسے منافع نہ مانگو جو فانی ہیں بلکہ
اوس کی بارگاہ سے باقیات صالحات مانگو (اس زمانہ کی تعلیم باقیات صالحات
کو جانتی ہی نہیں کہ وہ کیا چیز ہے۔ باقیات صالحات وہ ہیں کہ جو دنیا میں

طلب کرو علم گہوارہ (میں رہنے کی عمر) سے قبر (میں جانے) تک۔

نفس کو کامل کرکے اوسی کمال کے ساتھ اوس کو آخرت میں لیجاتے ہیں مگر موجودہ تعلیم کا اصول تو یہ ہے کہ ع یہاں آرام سے گزرتی ہے عاقبت کی خبر خدا جانے
نعوذ باللہ من الجہالۃ۔

پانچویں نصیحت۔ یہ ہے کہ ہمیشہ ہوشیاری اور بیدار مغزی کے ساتھ زندگی کریں اس لئے کہ شر کے اسباب بہت ہیں (یعنی غفلت واطمینان کی صورت میں اکثر اسباب شر موجود ہوجاتے ہیں اور پہلے سے ان کی مدافعت کا تہیہ نہ ہونے کی وجہ سے تدارک دشوار ہوجاتا ہے یہ نصیحت سلطنت کے لئے نہایت بکار آمد ہے۔

چھٹی نصیحت۔ ایک علمی اور دینی نصیحت ہے وہ یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ بندے سے جو انتقام لیتا ہے وہ غضب کے طور پر نہیں لیتا بلکہ تادیب وتہذیب کے طور پر لیتا ہے (اس نصیحت میں حکمرانوں کو) جو مالک سیاست ہوا کرتے ہیں) یہ ہدایت ہے کہ وہ بھی اپنی سیاست میں لوگوں کی تادیب واصلاح پیش نظر رکھیں اور نفسانیت سے سیاست نہ کیا کریں۔

ساتویں نصیحت یہ ہے کہ جس عمدہ زندگی میں پیش از مرگ شایستہ موت کا الحاق نہ ہو تو ایسی زندگی کو کافی نہ سمجھو (یعنی دنیا کے اعمال ایسے ہوں کہ اون میں آخرت کا مشاہدہ ہو تو اوس وقت زندگی میں شایستہ موت کا (جو آخرت میں لیجانے والی ہے) ضرور الحاق ہوگا۔ اور یہ اسی صورت میں ہوگا کہ جب دنیا میں خاص آخرت کے اعمال (جیسے نماز روزہ وغیرہ) استقامت واستقلال اور ہوشیاری وبیدار مغزی کے ساتھ بجالائیں۔

آٹھویں نصیحت یہ ہے کہ اوسی زندگی کو شایستہ جانو جو خیر کے حاصل کرنے کا ذریعہ

نویں نصیحت یہ ہے کہ خواب و استراحت کی طرف میلان مت کرو مگر اس
وقت کہ خواب و استراحت سے پہلے تین چیزوں میں اپنی نفس کا محاسبہ کرلو پہلی
یہ کہ اس بات کو سوچ لو کہ اوس روز تم سے کوئی خطا سرزد ہوئی یا نہیں۔
دوسری یہ کہ اس بات کا بھی خیال کرو کہ آیا اوس روز تم نے کوئی خیر بھی
حاصل کی ہے یا نہیں تیسری یہ کہ کوئی نیک کام تمھاری کوتاہی کی وجہ سے
اوس روز فوت ہوا ہے یا نہیں (نفس کے ایسے محاسبہ سے غفلت دور ہوگی اور
بیدار مغزی بڑھیگی پیچھے فلسفہ کی اصلاح و رہبری یوں ہوا کرتی ہے۔

باب (۴۳)

دسویں نصیحت۔ عبرت انگیز ہے وہ یہ کہ اس بات کو خوب یاد رکھو کہ تم زندگی سے
پہلے کیا تھے اور زندگی کے بعد کیا ہو جاوگے (جب آدمی اپنے دل و آنکھ کے ہمیشہ
پیش نظر رکھیگا تو نفس میں تکبر و غرور کی مداخلت نہ ہوگی بلکہ ہمیشہ اسمیں انکسار پیدا ہوگا)
گیارھویں نصیحت یہ ہے کہ کسی کو ایذا مت دو اس لئے کہ دنیا کے کام معرض
تغیر میں ہیں (شاید تمھارا حال بدل جائے اور جس کو تم نے ایذا دی ہے وہ تم پر
قادر ہو جائے ہر چند ایذا تو خود فی نفسہ بڑی چیز ہے مگر یہ خیال اس سے زیادہ
اجتناب کرائے گا)
بارھویں نصیحت یہ ہے کہ وہ آدمی نہایت بدبخت ہے جو انجام کے یاد کرنے
سے غافل ہو اور گناہ سے باز نہ آتا ہو۔
تیرھویں نصیحت یہ ہے کہ مستحقوں کی خیر رسانی اون کے سوال پر منحصر مت رکھو

(بلکہ قبل سوال اہل استحقاق کی خیر رسانی کر دو)

چودھویں نصیحت یہ ہے کہ اوس شخص کو حکیم مت جانو جو دنیا کی کسی لذت سے خوش ہو یا دنیا کی کسی مصیبت سے بے قراری ظاہر کرے (اس وقت یہ نصیحت نقلی فلسفیوں کے غیر اصلی ہونے کی اچھی معیار ہے)

پندرھویں نصیحت یہ ہے کہ ہمیشہ موت کو یاد کرتے رہو اور مرے ہوؤں سے عبرت پکڑتے رہو۔

سولھویں نصیحت یہ ہے کہ بیکار باتوں کے زیادہ کرنے سے آدمی کی خساست کا علم ہوتا ہے یعنی یہ امر معلوم ہو جاتا ہے کہ اوس کی طبیعت میں خساست ہے۔

سترھویں نصیحت یہ ہے کہ پہلے کئی بار سوچ لو پھر بات کہو اور کام کرو (تو وہ بات اور وہ کام نہایت پختہ اور غیر قابل اعتراض ہوں گے اور پشیمانی نہ ہوگی)

اٹھارویں نصیحت یہ ہے کہ سب لوگوں کے دوست بنے رہو (جس میں نہایت امن ہے اندرونی بھی اور بیرونی بھی)

اونیسویں نصیحت یہ ہے کہ جلدی سے غصہ مت کرو تا (اس جلد غصہ کرنے کی غصہ تمھاری عادت نہ بن جائے۔

بیسویں نصیحت یہ ہے کہ محتاج کی حاجت کو کل پر محول نہ کرو (بلکہ فی الفور اوس کو پورا کر دو) چہ دانی کہ فردا چہ حادثہ شود۔ (یعنی کل کی شدنی کس کو معلوم ہو سکتی ہے۔

اکیسویں نصیحت یہ ہے کہ جب تک متخاصمین کی بات نہ سمجھ لو اوس وقت تک اون کے درمیان کوئی حکم صادر مت کرو۔

بائیسویں نصیحت - یہ ہے کہ محض قول سے حکیم مت بنے رہو بلکہ قول و فعل دونوں سے حکیم بنے رہو کیونکہ حکمت قولی تو اسی دنیا میں رہ جاتی ہے اور حکمت عملی اس جہان سے اوس جہان (یعنی آخرت) میں پہنچکر وہاں ابد الآباد قائم ہوتی ہے (اس زمانہ کے نئے فلسفہ کے لئے اس نصیحت میں بہت بڑی ہدایت ہے خدا سبکو اس ہدایت پر عمل کرنے کی ہدایت دے۔

تئیسویں نصیحت یہ ہے کہ اگر کسی نیکی میں رنج اٹھاو تو رنج تو باقی نہ رہیگا (پھر ایسا رنج قابل رنج نہیں بلکہ انجام نیک کے لحاظ سے قابل برداشت و لائق مسرت ہے) مگر نیکی رہ جائیگی (اور ہمیشہ اوس کے ثواب سے محفوظ رہوگے) اور اگر بدی سے تم کو کوئی لذت حاصل ہو تو لذت تو قائم نہ رہے گی (پھر ایسی لذت کس کام کی ہی کہ جو رہے بھی نہیں اور باوجود اس کے ابدی رنج میں گرفتار کرد ے) مگر بدی رہجائیگی (اور اوس کی سزا تم کو بھگتنی پڑے گی)

چوبیسویں نصیحت یہ ہے کہ اس دن کو یاد رکھو کہ جس دن تم کو آوازدیں گے یعنی پکاریں گے مگر تم اوس دن سننے اور بات کرنے سے محروم رہوگے نہ سنوگے اور نہ بات کروگے اور نہ یاد کرسکوگے (مراد یہ ہے کہ یہاں کی جیسی زندگی نہ ہوگی جو عیاناً یہاں کے لوگوں سے سننے سنانے اور کہنے کہانے کا معاملہ جاری رہے بلکہ یہاں کے لوگوں سے یہاں کی وضع پر معاملہ منقطع ہوجائے گا۔ نہ سننے اور نہ بات کرنے سے مراد یہی ہے نہ یہ کہ اون کو برزخی سماعت نہ ہوگی) یقین کرلو کہ تم ایسی جگہ جانے والے ہو کہ وہاں یہ دوست و دشمن ہیں تم تمیز نہ کرسکوگے۔ (پھر جب تمھارے یہاں کے سننے اور بات کرنے اور دوست و دشمن کے پہچانے

ہیں ایک روز نقص آنے والا ہے تو پھر یہاں (دنیا میں) کسی پر نقص مت رکھو
اور تم ایسی جگہ جانے والے ہو کہ جہاں مالک اور غلام برابر ہوں گے لہذا یہاں
تکبر مت کرو اور توشہ تیار رکھو کیونکہ یہاں سے کوچ کرنے کا وقت معین
اور معلوم نہیں (حکیم کی یہ نصیحت نہایت عبرت انگیز اور دنیا سے منقطع کرانے
والی ہے خدائے تعالیٰ ہمارے نئے بھائیوں کو بصیرت عطا فرمائے

باب (۴۷)

پچیسویں نصیحت یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی عطیات میں کوئی چیز حکمت سے بہتر
نہیں ہے اور حکیم وہی ہے کہ جس کا فکر اور جس کا قول اور جس کا عمل باہم برابر ہو
(حکیم کی یہ نصیحت بہت بڑی علمی نصیحت ہے جس سے سچے اور جھوٹے حکیم میں تفرقہ
ہوتا ہے۔

چھبیسویں نصیحت یہ ہے کہ نیکی کا معاوضہ کرو اور بدی کو معاف کردو۔

ستائیسویں نصیحت یہ ہے کہ اس عالم (یعنی عالم آخرت) کے کسی اہم کام
میں ملال مت کرو اور کسی وقت اس کی بجا آوری میں سستی نہ کرو اور نیکیوں سے
درگزر کرنے کو جائز مت رکھو۔

اٹھائیسویں نصیحت یہ ہے کہ کسی برائی اور گناہ کو نیکی کے حاصل کرنے کا ذریعہ
مت بناؤ۔

انتیسویں نصیحت یہ ہے کہ حکمت کو دوست رکھو اور حکماء کی بات سنو
اور دنیا کی خواہش کو اپنے نفس سے دور کرو اور عمدہ آداب کے اختیار کرنے

سے باز مت رہو اور کوئی کام قبل از وقت شروع مت کرو اور جب کوئی کام شروع کرو اور اس میں مشغول ہو جاؤ تو فہم وبصیرت سے اس میں مشغول رہو

تیسویں نصیحت یہ ہے کہ توانگری پر مت اتراؤ اور مصیبتوں کی وجہ خواری اور خستہ حالی کو اپنی طرف مت آنے دو (یہ نصیحت آدمی کو اولوالعزم اور صاحب استقلال بناتی ہے)

اکتیسویں نصیحت نہایت مفید معاشرت ومفید تمدن اور بہت ہی راحت رساں ہے وہ یہ ہے کہ دوست کے ساتھ ایسا معاملہ مت کرو کہ جس سے حاکم تک جانے کی نوبت پہنچے اور دشمن کے ساتھ ایسا برتاؤ رکھو کہ اگر حاکم کے پاس تمہارا اور تمہارے دشمن کا معاملہ پیش ہو تو دشمن پر تمہی کو کامیابی حاصل ہو۔

بتیسویں نصیحت یہ ہے کہ احمقانہ معاملہ تو کسی کے ساتھ مت کرو مگر تواضع ہر شخص کے ساتھ کیا کرو اور کسی تواضع کرنے والے کو حقیر نہ جانو۔

تینتیسویں نصیحت یہ ہے کہ جس امر میں اپنے کو معذور سمجھو اس میں اپنے بھائی (یعنی اپنے دوست یا دوسرے کسی آدمی) پر ملامت مت کرو (یہ نصیحت رہبر اخلاق ہے۔

چونتیسویں نصیحت یہ ہے کہ بے کاری اور عبث عمر گزاری پر خوش مت رہو

پینتیسویں نصیحت یہ ہے کہ نصیب پر بھروسہ کر کے مت بیٹھے رہو۔

چھتیسویں نصیحت یہ ہے کہ نیک کام سے پشیمان مت ہو۔

سینتیسویں نصیحت یہ ہے کہ کسی کے ساتھ لڑائی مت کرو۔

اڑتیسویں نصیحت یہ ہے کہ خارجی امورات (جیسے مال وزر اور جاہ ومنصب

وغیرہ) کو (اپنی دینی و دنیوی تکمیل کا) سرمایہ نہ بنائے رکھو (یعنی اپنی دینی اور دنیوی تکمیل میں خارجی سرمایہ پر اعتماد کئے ہوئے نہ رہو اس لئے کہ خارجی امور کو پائداری نہیں ہوتی اور جس چیز کو پائداری نہیں ہوتی وہ سرمایہ بنانے کے قابل نہیں ہو سکتی بلکہ نفسانی فضائل (یعنی اخلاق و اعمال حسنہ) کو اپنی دینی و دنیوی تکمیل کا سرمایہ بنائے رکھو کیونکہ وہ فضائل نفسانیہ اندرون ذات اور غیر زائل و پائدار ہیں)

انچالیسویں نصیحت یہ ہے کہ گرفتاران مصیبت کی ہر طرح ہمدردی اور مدد کرو۔ (اور مصیبت سے ان کو چھڑاؤ) مگر جو شخص گرفتار خصائل قبیحہ ہو اس کی مدد اور ہمدردی نہ کرو (اس لئے کہ پہلی قسم کی گرفتاری اختیاری نہیں ہے بلکہ اضطراری اور آسمانی ہے بخلاف اس کے یہ دوسری قسم کی گرفتاری بالکل اختیاری ہے یعنی جس امر سے رکنا اور باز رہنا بالکل اختیار میں ہے تو شخص اپنی ہوائے نفسانی سے اپنے اس اختیار کو باطل کر کے اپنے ارادہ سے گرفتار اخلاق قبیحہ ہو جانا بہت ہی ناقابلیت اور کم فطرتی کی علامت ہے لہذا ایسے شخص نے خود اپنے کو ناقابل ہمدردی بنا رکھا ہے اور گویا اپنے تجربہ اور تغیرہ حال کی وجہ سے خود بخود اعانت و ہمدردی کا مانع ہوا ہے خلاصہ یہ کہ انھوں نے اپنے اختیار کا استعمال امر ناقابل استعمال میں کیا ہے جس سے اسکی نفسی شرافت رذالت سے مبدل ہو گئی ہے۔ گویا اپنی عمر نفیس کے مصرف نفیس کو انھوں نے از خود خسیس بنا کر خساست کو نفاست پر ترجیح دی لہذا وہ اعانت نفیس کے قابل نہ رہا۔

چالیسویں نصیحت یہ ہے کہ ہمیشہ عدل اور نیکیوں کے پابند رہو۔

باب (۷۵)

نصائح افلاطونیہ کے آغاز و ختم کے نکتے میں

افلاطون نے اپنی ان تمام مذکورہ نصائح کو خداشناسی کی نصیحت سے شروع
کیا اور عدل اور نیکیوں کی دائمی پابندی کی نصیحت پر ان نصائح کو ختم کیا
ہے گویا خداشناسی کو جو تمام [illegible] اصل الاصول ہے فاتحہ نصائح بنایا اور عدل
و اعمال صالحہ کی پابندی کو جو اوس اصول کی فرع خاص ہے خاتمہ نصائح گردانا
تا معلوم ہو کہ خداشناسی کی نصیحت گویا صلاح انسانی کی بنیاد (یعنی پایہ) و عماد (یعنی ستون)
اور وہی اصل کی روح فیاض (نفس فعال) ہے لہذا وضعاً بھی وہ مقدم ہوئی جب صلاح
انسانی کی اس فطرتی بنیاد و عماد کا اور اس کی روح فیاض اور نفس فعال کا پختگی
استحکام و استقرار ہو جاتا ہے تو اب اوس صلاح کی بنا یعنی عمارت (جو تمام اعمال حسنہ
اور اخلاق فاضلہ سے مراد ہے) نہایت مضبوطی اور خوشنمائی کے ساتھ اس بنیاد و عماد پر
مرتب و قائم ہونے لگتی ہے اور اسی روح و نفس کی فعالیت و فیاضی سے اس میں
بہت کچھ وسعت ہوتی ہے یہاں تک کہ یہ (روح و نفس) اس (اصلاح انسانی
کی بنا) کو عدل اور عمل صالح اور خیر رسانی کی پابندی (جو اوس بنا کے دائرہ کمال و
بقا کے مرکز ہیں) عطا فرماتی ہے جس سے اوس کی یہ دنیوی حیات طیبہ (پاکیزہ
زندگی) ہو جاتی ہے اور دنیا ہی میں اوس کی یہ حیات اخروی حیات سے
مناسبت پیدا کر کے یہیں (دنیا میں) اوس (اخروی حیات) کے ساتھ ملحق ہو

اوس کی ہم رنگ بنجاتی ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ؎ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

گویا عمل صالح اور عدل خداشناسی کا بہت بڑا دنیوی نتیجہ ہے۔ اسی
بنا پر حکیم کی نصیحتیں اوس پر ختم ہوئی ہیں تا معلوم ہو کہ اسی عدل و عمل
پر انسان کی تکمیل اور اس تکمیل کی بقا ہے۔

باب (۷۶)

اعلیحضرت کیلئے دعا کرنے اور بارگاہ اعلیٰ سے اپنی قلبی وابستگی کے اظہار میں

اعلیحضرت کیلئے دعا اور بارگاہ اعلیٰ سے اپنی قلبی وابستگی کا اظہار

اور اس سب بیان کی غایت ہماری یہ دعا ہے کہ ہمارے حضرت اعلیٰ
اور شہزادہ معظم کے حکومت و شوکت کو خدائے جلّ و علا عدل و انصاف اور
اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کے ساتھ ہمیشہ عالی (یعنی بلند) رکھے اور اپنے
کلمۃ اللہ ہی العلیا کے جوار اعلیٰ سے اوس کو شرف فرمائے اور مخالفان
حضرت کے کلمۂ مخالفت و رذالت کو ہمیشہ اسفل (یعنی پست) رکھے۔ وجعل
کلمۃ الذین کفروا السفلی۔ کے ساتھ اوس کو اسفل السافلین کے قعر سے الالبو
میں پہنچاوے اور چونکہ سلطنت کی خدمت و حمایت بہت بڑا اسلامی فریضہ ہے
اور میرے آبا و اجداد اور میرے اسلاف کرام (جو سادات عظام سے گزرے ہیں
اس (فریضہ) کے پابند گزرے ہیں۔ لہذا میرے مادۂ تکوین ہیں (از راہِ

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا کلمۂ ایمان و اسلام ہی سب سے بلند ہے۔ (۲) اور کیا کافروں کے کلمۂ کفر کو سب سے نیچا

سیادت نسبی) یہ اسلامی فریضہ مسلسل چلا آرہا ہے اور پھر میری پرورش اور میری نشو ونما بھی اوسی مادہ نسبیہ کی موافق ہوی لہذا دعاگو کے ہر آغاز وانجام اور اس کی ہر ابتدا وانتہا میں یہی فریضہ اس کے پیش نظر رہا ہے ۔
یہاں تک کہ میرے ہر رگ وریشہ میں اوس فریضہ کی پختگی ہوگئی ہے بلکہ وہ مثل خون میرے تمام جسم میں دوڑ گیا ہے لہذا وہی میری بہار خزاں کا سرچشمہ ہے یعنے اگر میں نے اپنی ہر نشست وبرخاست اور اپنی ہر حرکت و سکون میں اوس خدمت وحمایت کو پیش نظر رکھا تو وہی میری بہار ہے اور اگر میں نے اوس کو طرفۃ العین میں فراموش کیا تو وہی میری خزاں ہے اور صرف مجھ ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ جس کسی نے اس فریضہ کی حقیقت معلوم کی ہے اور اوس کے لوازم وحقوق اور بلندی وپستی کی سیر کی ہے اوراوس کا بھی یہی حال ہوگا اور جو کوئی اس فریضہ سے غافل وجاہل یا اوس سے مخالفت وبغاوت کی جانب مائل ہے تو اوس کا منتقم خدائے عادل ہے بناء علیہ دعاگو اس خدمت وحمایت کو فریضۂ اسلامیہ جان کر کُونُوا قَوَّامِیْنَ لِلّٰہِ شُہَدَاءَ بِالْقِسْطِ کے فرمان واجب الاذعان کی تعمیل وامتثال میں عزم واستقلال کے ساتھ سلطنت علیہ کی خدمت وحمایت پر قائم اور ثابت قدم ہے اور اس ثابت قدمی کے ہمیشہ بحال وقائم رہنے کے لئے بارگاہ الٰہی میں الحمد لله والحاح یہ التجا کرتا ہے کہ رَبَّنَا[لہ] اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ اسْتِقْلَالًا مِّنْ عِنْدِكَ

لہ نہایت استقلال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لئے قائم ہوجاؤ درحالیکہ عدل وراستی کے ساتھ شہادت دینے والے بنے ہو لہ اے پروردگار علم ہمارے مولانا ...... سلطان العلوم حضرت آصف جاہ سابع نواب میر عثمان علیخاں بہادر کی اطاعت کے لئے اپنے پاس سے ہم پر ثبات واستقلال کو لگاتار فیضان فرما اور ہمارا قدم اونکی حمایت و نصرت پر جمار کھ اور انکی بادشاہی کے مربیانہ احسانات ونعمتوں کے منکروں اور ناشکروں پر ہم کو غلبہ دے ۔

لِاِطَاعَةِ مَوْلَانَا السُّلْطَانِ وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا عَلٰی حِمَایَتِہٖ وَالْاِنْتِصَارِ لَہٗ وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ لِمُعَانَدَۃِ السَّلْطَنَۃِ وَالْجَاحِدِیْنَ لِاٰلَائِہٖ

باب (۷۷)

عقیدتمندانہ خاتمہ کی تمہید میں معیتاً تبرک الملوک

اور چونکہ دعا گو کو اس فریضہ (خدمت وحمایت سلطنت) کی نسبت اوس پیوستگی کی وجہ سے بہت کچھ اہتمام ہے اور رہا ہے۔ اور اسی اہتمام کی وجہ سے اس (فریضۂ خدمت وحمایت) کی بجاآوری کو صرف اوس کی ظاہری صورتوں میں منحصر نہیں رکھا ہے۔ بلکہ خدمت وحمایت کے تمام حقائق وخواص پر اوسکی اہتمامی نظر محیط ہے کیونکہ وہ حصر اوسکی اوس پیوستگی اور اوس کے اس اہتمام کے خلاف اور یہ احاطہ ان دونوں کے مناسب وشایاں ہے لہٰذا اس کتاب فیض انتساب کے خاتمہ پر بھی اوسی اہتمام کو ملحوظ رکھ کر اوس کا خاتمہ تبرکاً تبرک الملوک (مولفہ حضرت امام غزالی قدس سرہ) کی عبارت پر ہدایت اور نشر پر اثر اور مولانا جامی قدس سرہ السامی کے کلام فیض نظام اور نظم پر ختم کرتا ہے تا اون کی برکت اس کتاب مبارک میں نافذ وساری ہو اور وہ (کتاب) اس برکت سے اولاً نصیحت سلطنت اور ثانیاً ہدایت رعیت میں موثر بلیغ ہو کتاب تبرک الملوک کی عبارت اور مولانا جامی کا کلام (جو اون کی کتاب سبحۃ الابرار سے منقول ہے)

انتظام سلطنت کے لئے ایک بڑے جامع وحاوی قانون اور ایک کافی ووافی دستور العمل کے قائم مقام ہے حضرت امام غزالی قدس سرہ العالی نے حمد ونعت کے بعد اپنی کتاب تبر المسبوک کا آغاز یوں فرمایا ہے کہ بدان اے[1] بادشاہ اسلام کہ خداوند عزوجل را بر تو نعمتہاے بسیار است وشکر آں بر تو واجب است وہر کہ شکر خداوند عزوجل را نکند نعمت او را زوال آید وتشویر وخجلت وتقصیر در روز قیامت بماند وہر نعمت کہ بمرگ تمام شود آں نعمت پیش خردمندان قدرے ندارد وقدر نعمتے را بود کہ باقی وجاودانہ بود وآں نعمت ایمان است کہ تخم سعادت جاودانست وایزد سبحانہ وتعالیٰ بادشاہ را ایں نعمت دادہ است وتخم ایمان دراں سینہ پاک ودل عزیز نہادہ وپروردن آں تخم بتو باز گذاشتہ است وگفتہ است کہ ایں تخم را بآب طاعت بپرورتا چوں درختے شود کہ بیخ آں بقعر زمین رسد وشاخ آں بمیان آسمان چنانکہ فرمودہ است

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا — اللہ تعالیٰ کی اس تمثیل کو معلوم کیجئے کہ کلمہ طیبہ کی مثال
كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ — اس پاکیزہ درخت کی ہے کہ جس کی جڑ زمین میں (اتری ہوئی)
أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ — مضبوط اور جمی ہوئی اور اوسکی ڈالیاں بہت اونچی آسمان تک

---

[1] چونکہ خدائے تعالیٰ کی غیر متناہی نعمتوں میں سے انسان کی تمام اصناف کے لئے نعمت ایمان سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہوسکتی اور بادشاہ کے حق میں (اون کے مرتبہ عام ہونے کی وجہ سے) تو نعمت ایمان اوروں سے بھی زیادہ اہم اور ضروری ہے لہذا امام نے اسی ضرورت واہمیت کے لحاظ سے اپنی کتاب مستطاب کا آغاز اسی نعمت ایمان سے فرمایا۔ اور بادشاہ کو مخاطب کرکے سب سے پہلے اون کے حق میں یہ نعمت جتائی اور اس عبارت میں کہ (تخم ایمان دراں سینہ پاک ودل عزیز نہادہ) ظاہر فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے ایمان کی تفصیل ووسعت کے اصل واجمال کو (جس کی تعبیر لفظ تخم سے کی ہے) بادشاہ کے سینہ پاک ودل عزیز میں رکھ کر بادشاہ کو حکم دیا کہ طاعت الٰہی سے

نعمت ایمان کی سلاطین اور امراء کو ضرورت

ودرخت ایمان چوں بیخ وشاخ آں تمام نشدہ باشد بود کہ باد مرگ درآید درس نفس
بازپسیں وبیفگند والعیاذ باللہ بے ایمان پیش خداوند تعالیٰ شود

باب (۷۸)

اون شاہی عبادت وعمل میں جس سے درخت ایمان کی پرورش ہوتی ہے

وبداں اے بادشاہ کہ ایں درخت را دو بیخ است ودو شاخ وبیخ آں
اعتقاد دل است وشاخ آں کردارہائے تن وایں راعی چوں قبول واقبالے از

(بقیہ حاشیہ) اس اصل واجمال کو بسیط ووسیع کریں۔ اور اس اصل واجمال کو (جو مثل تخم پوشیدہ ومخفی ہے
ومثل درخت اور مثل اوس کی شاخوں کے اندرون زمین کی اختفا سے بسط ووسعت کے ظہور کی جانب
لائیں اور یہاں تک اوس کے استحکام اور اوس کی وسعت درخت میں کوشش واہتمام فرمائیں کہ
جس سے اوس درخت ایمان کی جڑ قعر زمین میں اور اوس کی شاخیں آسمان پر پھیل جائیں اور تمام
رعایا اوس درخت مبارک کے عالمگیر سایہ اور اوس کے پھل اور پھول وغیرہ سے محفوظ وبہرہ ور رہیں گویا
بادشاہ کا یہ ایمانی درخت دنیا میں اپنی وسعت سے ہر ایک فرد رعیت کو اوسی طرح محفوظ وبہرہ ور
رکھے جس طرح عقبےٰ میں درخت طوبیٰ اپنی وسعت بے نہایت سے اہل بہشت کی ہر ہر فرد کو محفوظ و
بہرہ ور رکھے گا۔ اس تقریر سے ایمان شاہی کی عام نفع رسانی کا اور تمام اشخاص وایمان کے اصناف
کے ایمان میں ایمان شاہی کی اہمیت وضرورت کا پتہ چل جاتا ہے۔

۱؎ روزانہ عمل یعنے نماز پنجگانہ کے علاوہ یہ (یعنی مصروفیت جمعہ) ایک ہفتہ واری خاص عمل کی
ہدایت ہے کہ جس (خاص عمل) سے درخت ایمان کی پرورش میں بہت بڑی تائید ملتی ہے اس لئے
فرایض کے علاوہ نوافل از روئے حدیث قدسی دربار الٰہی کے سبب تقرب ہوتے ہیں اور بعد فرائض
پنجگانہ بادشاہ کا بہت بڑا فریضہ انتظام ملک کی مصروفیت ہے لہٰذا اون کو بجز یوم جمعہ کے اور
دنوں میں اس فریضہ شاہی سے فرصت نہیں ملتی اس بنا پر روز جمعہ اون کو نوافل میں مشغول ہونے
کی ہدایت فرمائی ہے۔ وہ اون کے حق میں باذن اللہ دربار الٰہی کے تقرب کا قوی سبب اور درخت ایمان

از مجلس اعلی یافت ایں دو بیخ و دہ شاخ را تفصیل داد تا ملک اسلام بہ پروردن ایں مشغول شود و ایں (یعنی پروردن درخت ایمان) بداں راست آید کہ از ہفتہ یک روز در کار آخرت کنی و بخداوند خویش مشغول شوی و آں روز آدینہ است کہ عید مسلمانان است الخ شب آدینہ۔ نیت روزہ کن و اگر پنجشنبہ باآں یار کنی اولی تر روز آدینہ بامداد برخیز پیش از صبح غسل کن و جامہ پاک در پوش کہ صفت در و بود حلال و نمازی بود و ابریشم نباشد۔ بتابستان دق مصری و قصب و توزی و بزمستان خزونیہ و صوف رومی و ہر جامہ کہ بدیں صفت بنود پسندیدہ حق سبحانہ و تعالی نباشد نماز بامداد بجماعت کن و تا آفتاب برآمدن سخن مگوے و روے از قبلہ مگردان و تسبیحے در دست گیر و ہزار بار بگوے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ و چوں آفتاب برآید کسے را بگو تا ایں کتاب

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) کی پرورش کا زبردست سامان ہو امام نے اپنی اس ہدایت میں کہ دو ایں بداں راست اید کہ از یک ہفتہ یک روز در کار آخرت کنی) اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

لہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بادشاہ کو ناصحانہ ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ہر جمعہ اپنی کتاب تبرک الملوک کو (جو بادشاہ کے لیے امام کا ایک مجموعہ نصیحت ہے) پڑھوا کر سنا کریں تا نفس میں اس کا اثر تازہ رہے اور کہنہ نہ ہونے پائے۔ چونکہ دعا گو بھی اس دولت ابد مدت کا جان نثار مخلص ہے لہذا امام کے اتباع سے پیشگاہ اعلی میں نہایت خلوص و عقیدت مندی کے ساتھ اس کی بے تکلفانہ عرض ہے کہ کیا خوب ہوگا جو حضرت اعلی بھی اسی طرح کتاب موصوفہ کو پڑھوا کر سنا کریں اور کم از کم کتاب موصوف کے اس انتخاب کو (پڑھوا کر سنتے ہیں) اصل کتاب کے قائم مقام بنائیں۔ اگر خود کتاب موصوف کو پڑھوا کر اس کی سماعت فرمانی مرکوز خاطر اقدس ہو تو کتب خانہ آصفیہ میں اس کتاب مستطاب کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب کے اور متعدد نسخوں کے بدست کرنے کا حکم صادر فرمایا جائے جب متعدد نسخے بدست ہو جائیں تو باہم ایک دوسرے کے مقابلے سے اس کتاب مستطاب کی تصحیح کا حکم فرمایا جائے تا وہ کتاب بالکل اپنی اصلیت تا بقدر مصحح ہو جائے اس کے بعد ہر جمعہ کو اس کی سماعت جاری رہے۔ حضرت اعلی کے ضمیر انور پر مخفی نہیں ہے کہ بزرگوں کے ناصحانہ کلام پر از تاثیر و برکات ہوتے ہیں۔ خدائے تعالی نے قلوب پیران کو حکومت اور برکات پیران کو قبضہ سے رکھا ہے جب آدمی کو انکے اور انکے کلام کے ساتھ خلوص عقیدت ہو تو باذن اللہ ان کا کلام قلوب کو پھیر دیتا ہے اور برکات کی کشش فرماتا ہے اور اسباب کو مہیا کر دیتا ہے۔

برتو خواند علی الدوام تا پا دبماند چوں کتاب برخوانند چہار رکعت نماز تسبیح بکن بوقت چاشتگاہ کہ ایں نماز عظیم است خاص روز آدینہ الخ

ودریں روز بسیار صدقہ دہ تا ایں روز انہ ہفتہ در کار خداوند تعالیٰ باشی تا آخر رساں تا خداوند تعالیٰ باقی ہفتہ را در کار تو کند

باب (۷۹)

درخت ایمان کی بیخ وشاخ کی تفصیل و تعداد میں

آغاز اصول اعتقاد کہ بیخ ایمان است۔

بداں اے ملک کہ تو آفریدہ شدہ و ترا آفریدگار ہست کہ آفریدگار ہمہ عالم است

فصل دوم پاکی حق سبحانہ و تعالیٰ بدانکہ ویرا ہیچ صورت ۔۔۔ الخ

---

(۱) چونکہ جمعہ عام تعطیل کا دن ہے اور اس روز تعطیل عام کی وجہ یہی ہے کہ تمام اہل اسلام اس روز صبح سے نماز جمعہ کے تہیہ میں مشغول ہوں بلکہ نماز فجر کو جو جائیں تو پھر نماز جمعہ پڑھکر ہی مسجد سے گھر کو واپس ہوں اور نماز فجر کے فراغ سے لیکر ادائے نماز جمعہ تک نوافل و اذکار میں مصروف رہیں لہذا حضرت سلطان بہ نسبت عام مسلمانوں کے اس روز کی مصروفیت ۔۔۔ لیں گے گویا اپنی تمام رعایائے اہل اسلام کی جانب سے اس روز وہ شہنشاہ حقیقی تعالیٰ شانہ کے دربار میں حاضر ہو کر ان (سب رعایا) کے لئے خواہان خیر ہوں گے اور ۔۔۔ اپنی اور اپنی تمام رعایا کی کارسازی کی درخواست فرمائیں گے اور دوسرے جمعہ تک بہ فراغ خاطر اپنی رعایا کو اس کارسازی شہنشاہی سے خوش و خرم رکھیں گے اور پھر دوسرے جمعہ کو حاضر دربار الٰہی ہوں گے اور شکل سابق ہفتہ آئندہ کی کارسازی اس دربار اقدس سے حاصل فرمائیں گے اور اسی طرح ہمیشہ اس ایک روز کی حاضری سے اس دربار اقدس کی دوامی کارسازی کو حاصل فرماتے رہیں گے حضرت امام غزالی کی اس ہدایت مبارک میں کہ (تا ایں روز انہ ہفتہ در کار خداوند تعالیٰ باشی تا آخر رساں تا خداوند تعالیٰ باقی ہفتہ را در کار تو کند) اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے

اعتقاد سے دس اصول جو درخت ایمان کی جڑ ہیں - ہر صوفی کو نماز عبادت کا مجموعہ

اصل سوم ۔ قدرت وے است قادر است و توانا الخ

اصل چہارم ۔ علم وے است الخ

اصل پنجم ۔ خواست وے است ۔ ہرچہ در عالم است ہمہ بارادت و خواست وے است الخ

اصل ششم ۔ بینائی و شنوائی وے است الخ

اصل ہفتم ۔ فرمان وے است فرمان وے بر ہمہ خلق روان و واجب است الخ

اصل ہشتم ۔ افعال و کردار وے است ہرچہ در عالم است آفریدہ وے است الخ

اصل نہم ۔ آخرت است عالم کہ آفرید از دو نوع و آفرید جان و کالبد و کالبد
را منزل گاہ جان آدمیان ساخت تا زاد آخرت از یں عالم برگیرند الخ

اصل دہم ۔ ذکر متابعت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام

حق سبحانہ تعالیٰ تقدیر کردہ بود کہ کردار آدمی بعضے بہ سبب سعادت و بعضے بہ سبب شقاوت
گردد و آدمی آں را از خویشتن نتواند شناخت پس بہ فضل و رحمت خویش [illegible] انبیا
و بفرستاد با کسانیکہ در ازل سعادت ایشان حکم کردہ بود و آں پیغمبراں [illegible] پس فرستاد ایشان را
بخلق تا راہ سعادت و شقاوت بر ایشان آشکارا کنند تا ہیچکس را بر خدا تعالیٰ حجت نماند
و آخر ہمہ رسول ما را علیہ الصلوٰۃ والسلام بخلق فرستاد و نبوت وے بدرجہ کمال رسانید و بدیں
سبب وے را خاتم انبیا کرد و یاران و اصحاب وے را بہترین اصحاب پیغمبراں گردانید الخ

آغاز شاخہائے درخت ایمان ۔

بداں یا مالک کہ ہرچہ در دل باشد از دانش و اعتقاد بیخ ایمان است ۔
و ہرچہ بر ہفت اندام باشد از طاعت و عدل شاخ ایمان است و چوں شاخ پژمردہ باشد
دلیل آں بود کہ بیخ ضعیف بود و بوقت مرگ پایدار نباشد و بیفتد کہ گرد [illegible] عنوان ایمان

دلست و کردار تین آنست کہ از ہر چہ حرام است دور باشی و ہر چہ فریضہ است بجا آری و این دو قسم است۔

یکے میان تست و حق عز و علی چون نماز و روزہ و دور بودن از حرام خوردن و حرام کردن و دیگر میان تو و خلق است و این عدل است میان رعیت و دست باز داشتن از ظلم الخ و بدانکہ انچہ میان تو و حق سبحانہٗ و تعالیٰ است عفو بدان نزدیکتر باشد و انچہ بمظالم بندگان سبحانہٗ تعالیٰ باز گردد و تعلق بدیشان دارد در قیامت ہیچ حال فرو نگذارند و این خطریست عظیم و ازین خطر نرہد ہیچ سلطانے الّا آنکہ عدل کند۔

باب (۸۰)

اصول عدل کے بیان میں

و چون چنین است مہم تر آنست کہ اصل عدل پیدا کنم تا بدانند کہ در قیامت عدل و انصاف از وئے چون در خواہند۔

و اصول عدل و انصاف بر رعیت دہ است

اصل اول آن است کہ قدر حق و لایت بداند و خطر آں نیز بداند الخ

عدل کے دس اصول

اس ارشاد میں امام نے بادشاہ کے فریضہ خاص یعنی عدل کا اور بادشاہ کے لیے اس فریضہ کے اہم و اشد ضروری ہونے کا بیان فرمایا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے روزانہ فرایض ادا کرنے کے بعد حضرت سلطان کے لیے اس فریضۂ خاص سے بڑھ کر کوئی فریضہ نہیں ہے اور چونکہ بیخ ایمان یعنی اصول یمانیہ میں تخصیص و ترجیح نہیں ہوسکتی بلکہ وہ اصول ایمانیہ سب کے حق میں یکساں ہیں لہٰذا اس بیخ ایمان کو امام نے بلا خصوصیت بیان فرمایا اور شاخ ایمان یعنی اعمال یمانیہ میں تخصیص و ترجیح ہے یعنی عام ایمانی اعمال کے علاوہ بادشاہ اسلام کے لیے ایک خاص یمانی عمل ہے اور وہ عدل ہے جس کا تعلق خاص بادشاہ سے ہے لہٰذا امام نے عام اعمال ایمانیہ میں سے یہاں بادشاہ اسلام کے خاص اس ایمانی عمل (یعنی عدل کو) خصوصیت اور تعداد کے ساتھ

(حضرت امام غزالی رح نے اس اصل اول کو طوالت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے مگر دعاگو نے اسی پر اکتفا کیا۔

اصل دوم آنست کہ ہمیشہ تشنہ باشد بدیدار علمائے دیندار و حریص بود بر شنیدن پندایشان و حذر کند از دیدار علمائے حریص بر دنیا کہ وے را زبان دارد الخ

شقیق بلخی رح در پیش ہارون الرشید رفت ہارون الرشید گفت توئی شقیق زاہد گفت شقیق منم ولے زاہد نے گفت مرا پندی دہ۔ گفت خدا تعالیٰ ترا بجائے صدیق رض نشاندہ است از تو صدق در خواہد چنانکہ از وے و بجائے فاروق رض نشاندہ است از تو فرق در خواہد میان حق و باطل چنانکہ از وے۔ و بجائے ذو النورین نشاندہ است۔ از تو شرم و کرم در خواہد چنانچہ از وے و بجائے علی نشاندہ است از تو علم و عدل در خواہد چنانکہ از وے الخ

(اس دوسرے اصل کو بھی امام نے کچھ تھوڑی سی طوالت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے)

اصل سوم آنکہ ملک بداں قناعت نکند کہ خود ظلم روا ندارد و لیکن غلامان و چاکران و نائبان و گماشتگان خود را زجر کند و بظلم ایشاں رضا ندہد کہ وے را از حاشیہ بپرسند چنانکہ از ظلم وے الخ

اصل چہارم غالب بر والی تکبر میباشد و از تکبر خشم غالب شود و وے را بہ انتقام دعوت کند و خشم غول عقل است و علاج آں در کتاب غضب از کتاب احیا در ربع مہلکات یاد کردیم لما چوں خشم غالب شد باید کہ جہد کند تا در ہمہ کار ہا میل بجانب عفو کند و کرم و بردباری پیشہ گیرد تا مشابہ انبیا و اولیا بود و مانند درندگان نباشد (اس چوتھے بیان کو بھی امام نے تھوڑی سی طوالت دی ہے۔

اصل پنجم آنکہ در ہر واقعہ کہ پیش آید تقدیر کند کہ وے رعیت و دیگرے والی است

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) ذکر فرمایا جو تمام بادشاہان اسلام کے لیے ایک عمدہ اصولی دستور العمل ہے۔

تو ہر چہ بخود راضی نپسندد بدیگرے نیز روا ندارد و اگر روا دارد غش و خیانت کردہ باشد در ولایت با خدا و در ولایت و خداوند و لایت حق سبحانہ و تعالیٰ است

اصل ششم آنکہ اشتغال در طلب ارباب حاجات بر درگاہ حقیر نشناسد و از آن خطر حذر کند و با مسلمانان ارحاجتے بود ہیچ عبادت از نوافل مشغول نشود کہ حاجات مسلمانان گذاردن از ہمہ نوافل فاضلتر است الخ

اصل ہفتم آنکہ خویشتن را عادت نکند کہ بشہوات مشغول شود بدانکہ جامہ نیکوتر پوشد و طعام خوش خورد بلکہ در ہمہ چیز با قناعت کند کہ بے قناعت عدل ممکن نشود الخ

اصل ہشتم آنکہ عمل کند برفق با مردمان تا باوے در روز قیامت رفق کنند الخ

اصل نہم آنکہ جد و جہد کند تا ہمہ رعیت وے خوشنود شوند و با موافقت شرع بدیشاں زندگانی کند الخ

اصل دہم آنکہ رضائے ہیچکس طلب نکند بر خلاف شرع الخ

باب (۸۱)

اُن دو چشموں کے بیان میں جن سے درخت ایمان کی آبپاشی ہوتی ہے

پیدا کردن دو چشمہ کہ آبخور شجرۂ ایمان است

چون بیخہا و شاخہائے ایمان معلوم شد بدانکہ اینجا دو چشمہ دانش است کہ این درخت آب از وے کشد

امام نے اپنی کتاب مستطاب میں جو ترتیب ملحوظ رکھی ہے وہ نہایت عاقلانہ اور حکیمانہ ترتیب ہے۔ تخم ایمان کا اس تخم کے ذریعہ خاص (یعنی باطن شاہی) سے (جو ذرائع عام کی تقویت بخش ہے) اس ترتیب کو شروع فرمایا اور تخم کے بعد بیج یعنے جڑ کے ظہور کا اور اس کے بعد درخت اور اس کی شاخوں کے ظہور کا درجہ ہے لہذا اسی ترتیب سے تخم ایمان اور اس تخم کے ذریعہ خاص کے بعد بیج ایمان کا اور پھر اس کے بعد درخت ایمان کی شاخوں کا ذکر فرمایا

اُن چشموں کے بیان میں جن سے درخت ایمان کی آبپاشی ہوتی ہے۔

باب (۸۲)

بادشاہوں کے عدل و سیرت میں اور رعایا پر انکی اطاعت لازم ہونے میں

پیدا کردن عدل و سیرت پادشاہان

بدانکہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ از بنی آدم دو گروہ را برگزید و آں دو گروہ را بر دیگراں فضل نہاد یکے پیغامبراں علیہم السلام و دیگر پادشاہاں را اما پیغامبراں را علیہم السلام بفرستاد بر بندگان خویش تا ایشاں را بسوے راہ نمایند و پادشاہان را بعث کرد تا ایشاں را از یکدیگر نگاہ دارند و مصلحت زندگانی خلایق بدیشان حوالت کرد و ایشاں را محلے بزرگ نہاد چنانچہ مروی است اَلسُّلْطَانُ ظِلُّ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ۔ سلطان سایۂ ہدایت خدا است عز و جل بر زمین یعنی بزرگ گماشتۂ خدا است بر خلق خویش پس بباید دانست کہ او را آں پادشاہی قرار دو داست و ازیں روے اطاعت ایشاں بباید داشتن و ایشاں را دوست بباید داشتن و متابع باید و با ایشان منازعت نباید کرد و دشمنی نباید داشت کہ خدائے تعالیٰ گفت اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ تفسیر ایں آیت آنست کہ مطیع باشد خدائے را و انبیا را و امیراں خویش را پس ہر کرا خدائے تعالیٰ دین دادہ باشد پادشاہاں را دوستدار و مطیع باشد۔

(امام غزالی رح کی اس تقریر سے جس کا آغاز بدانکہ حق سبحانہ و تعالیٰ سے ہو کر پادشاہاں را دوستدار و مطیع باشد پر ختم ہوا ہے) بادشاہوں کی غایت عظمت اور اس کے لزوم اطاعت کا جو اظہار ہوتا ہے وہ پوشیدہ نہیں ہے اس لیے لحاظ کر کیا ہوگا کہ بنی آدم کی تقسیم و تفریق میں ان کو حضرت انبیا علیہم السلام کے پہلو میں جگہ ملی ہے اور بنی آدم کی منتخبہ گروہ کی دوسری قسم وہی ٹھہرے ہیں جنکے ساتھ تیسری قسم نہیں ہے گویا انبیا علیہم السلام کے بعد بنی آدم کا اصل و خلاصہ اور ان کا مغز و لب لباب بادشاہوں کی ہی قسم ہے ان کی اسی عظمت کی وجہ سے امام نے اپنے اس قول میں کہ (پس ہر کرا خدائے تعالیٰ دین دادہ باشد پادشاہاں را دوستدار و مطیع باشد) دینی فطرت کو بادشاہوں کی اطاعت کا مبداء ٹھہرایا ہے اس بنا پر دین خالص اطاعت شاہی کا داعی ٹھہرتا ہے۔

بادشاہوں کی عدل و سیرت کا بیان

وبدانکہ بادشاہی خدا تعالیٰ بدہد و آن را دہد کہ خواہد

قولہ قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ گفت بگو خدائے تعالیٰ بادشاہ بادشاہان است بادشاہی او را دہد کہ خود خواہد یکے را عزیز کند بفضل و یکے را ذلیل کند بعدل۔

باب (۸)

بادشاہ کی صفت میں اور ان سے دنیا کی آبادی میں

وسلطان بحقیقت آنست کہ عدل کند میان بندگان وے و جور و فساد نکند و سلطان جابر شوم است بقا نبودش زیرا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام گفت اَلْمُلْكُ يَبْقٰى مَعَ الْكُفْرِ وَلَا يَبْقٰى مَعَ الظُّلْمِ و در تاریخہا چنین است کہ نزدیک چہار ہزار سال این عالم مغان داشتند و مملکت در خاندان ایشان بود و بدان ماندند کہ درمیان رعیت عدل کردند و در کیش خویش جور و ستم روا نداشتند و جہان بداد و عدل آباداں کردند الخ

حضرت امام غزالی رحمہ نے آیت کریمہ قل اللہم سے لیکر چنانکہ بوقت ضحاک و افراسیاب و مانند ایشان تک جو مضمون لکھا ہے اس سے ان کو یہی منظور ہے کہ بادشاہ کو سلطنت کے سنبھالنے کا راستہ بتائیں اور اس کے زوال و بقا اور ترقی و تنزل کے سبب کا ایک جامع اور اصولی اشارہ فرمائیں اور اس کے فروعات و جزئیات کو فراست شاہی پر محول کردیں اس دعاگوئے مخلص کو بھی اپنے بادشاہ اسلام سے نہایت تمنا یہ عرض ہے کہ اس مقام کو بغور ملاحظہ فرمائیں جیسا امام غزالی نے نصیحت خالصہ سے اپنے بادشاہ کے حقوق ادا فرمائے تھے اسی طرح یہ دعاگوئے مخلص بھی بغیر مخلصانہ عرض کیے رہ نہیں سکتا کیونکہ اولاً بوجہ اتحاد اسلامی اس پر حضرت اعلیٰ کا حق عام ہے اور ثانیاً حضرت اعلیٰ کی رعیت اور ثالثاً عموم رعیت میں اس کی خصوصیت و امتیاز اور رابعاً حضرت اعلیٰ کے حقوق نعمت غرض ان تینوں وجوہ سے اس پر حضرت اعلیٰ کے حقوق خالص بلکہ خاص الخاص قایم و لازم ہیں جن کی وجہ سے کبھی وہ مخلصانہ معروضات سے باز نہیں رہ سکتا۔

ویرانی آبادی اور ویرانی بادشاہ سے ہوتی

پس بباید دانست کہ آبادانی و ویرانی جہان از پادشاہان است اگر پادشاہ عادل بود جہان
آبادان شود و رعیت ایمن باشند چنانکہ بوقت آفریدون و اردشیر و بہرام گور و کسری و آن
ملوک کہ مانند ایشان بودند۔ و چون پادشاہ ستمگار بود جہان ویران شود چنانکہ بوقت ضحاک
و افراسیاب و مانند ایشان بدانکہ یادگار مردم سخن است [illegible]
پس واجب است بر مردم کہ تخم نیکی کارند و از بدی و عیوب و شبہات دور باشند۔ خاصہ ملوک
را کہ از عقب ایشان نام نیک ماند و بہ بدی یاد کنند الخ

اما خداوند سبحانہ و تعالی پیغامبر فرستاد تا بہ برکت او دار کفر دار اسلام گشت و او را بہ نیکوترین روئے
بیرون آورد و جہان را بعدل و داد آبادان کرد و ملک آن زمان نوشیروان بود و نوشیروان
و آن ملوک کہ پیش از وے بودند بعدل و داد و سیاست آراستہ بودند۔

و آنہمہ بہ برکت رسول ما بود صلی اللہ علیہ وسلم کہ بروزگار او زاد الخ و نوشیروان
جہان را آبادان داشت چنانکہ بحکایت آمدہ است کہ نوشیروان در ایام پادشاہی
خویشتن را بیمار ساخت و امینان را بفرمود تا گرد مملکت او برآمدند و از ویرانہا خشتے کہنہ
طلب کردند تا بیماری او را علاج کنند امینان ہمہ مملکت وابگشتند و باز آمدند کہ در ہمہ
مملکت جائے نیافتیم کہ ویران باشد و نہ خشت کہنہ نوشیروان دعا کرد و شکر گزارد
و گفت کہ من آن را آزمایش میکردم تا بدانم کہ در مملکت من جائے ویران ہست
اکنون کہ نیست پادشاہی من تمام شد۔

جب حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کا یہ اثر ہو کہ محض نوشیروان کے زمانے میں آپکے
تولد ہونے کی برکت سے نوشیروان کو اقامت عدل نصیب ہوا اور حالانکہ وہ مسلمان نہ تھا بلکہ مجوسی المذہب
تھا تو آپ کے بادشاہان امت کے حق میں آپ کا وجود فیض آمود (جو خاص انکی ہدایت و ارشاد کے لیے ہے)
کس قدر فیض بخش ہوگا بادشاہان اسلام کو اس پر فخر کرنا چاہیے اور عدل کو اپنا مخصوص و مستثنے حصہ جان کر اس میں
مسابقت (یعنی عدل میں سبقت بڑھے ہوئے رہنے کی کوشش کرنی چاہیے)

باب (۸۴)

ظلم کے اقسام اور بادشاہوں کیلئے دینی اہتمام کی ضرورت میں اور رعایا کی سیرت بادشاہی کی تابع ہوتی ہیں

ورعیت بادشاہ جابر را دوست ندارند و ہمیشہ بروے دعاے بد کنند تا خداوند تعالیٰ ایشان را برخورداری دہد و زود ہلاک شوند و بدانکہ ستم بر دو گونہ است۔ یکے ستم سلطان بر رعیت یا ستم قوی بر ضعیف یا ستم توانگر بر درویش وستم دیگر آن است کہ بر تن خویش کنی و آن شومی معصیت است۔ تو بر تن خویش ستم و معصیت مکن تا خداوند تعالیٰ از تو ستم باز دارد الخ و نیکوترین چیزے کہ پادشاہان را بباید دین درست است کہ بادشاہی و دین چون برادر است وچنان باید کہ با تیمار بود در کار دین و با جہد بود در گذاردن فرائض بوقت خویش و از ہوا و بدعت دور بود الخ

واگر بشنود کہ اندر ولایت او کسے متہم است اندر دین طلب دارد و بفرماید تا او کند واگر نہ عقوبت کند یا از ولایت بیرون کند تا مملکت پاکیزہ کردہ باشد از اہل ہوا و بدعت واسلام عزیز کردہ باشد الخ

بدانکہ عفت ملک از نیکوکاری ملک است وملک باید کہ پارسائی و عفت رعیت از اندک و بسیار نظر کند و بہ بد کردن ایشان ہمداستان نباشد الخ

محمد بن علی بن الفضل گفت کہ از محمد بن جریر الطبری شنیدم کہ گفت من ندانم

کار خلق با کار سلطان پیوستہ است تا دیدم بروزگار ولید بن عبدالملک کہ ہمت مردمان باغ وسرائے وایوان بود وبوقت سلیمان بن عبدالملک ہمت مردمان خوش خوردن وپوشیدن بود وبا یکدیگر را گفتندے تو چہ خوردی وچہ دوختہ وبوقت عمر بن عبدالعزیز ہمت مردمان ہمہ عبادت کردن بود وقرآن خواندن وصدقہ دادن کارہائے خیر کردن تا بدانی کہ در ہر روزگارے مردمان آں کنند کہ سلطان ایشاں کند

باب ۸۵

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اور ان کے خزانہ دار سرکاری کی حیرت انگیز سیرت وبیدار مغزی میں اور کمال عدل کے بیان میں

ا ما سلاطین اسلام پس می شنوی وسیرت ایشاں می خوانی از کتاب ہائے عدل ونیکو سیرتے ایشاں چنانکہ تا قیامت بر زبان خلق میرود از داد امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ اندر عدل وسیاست الخ وباخبار عمر بن عبدالعزیز نظر کن کہ کسے را از بنی مروان وبنی امیہ آں محمدت نیست کہ او راست کہ کسے کس از ایشاں را دعا وثنا نکند مگر او را کہ عادل بود وپاک دین ونیکو سیرت وبا رحمت الخ حکایت آوردہ اند کہ عمر عبدالعزیز را غلامے بود

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفائے اسلام کو اپنی بادشاہی سے اپنی شوکت وزینت اور اپنی آرایش وپیرایش منظور نہ تھی بلکہ اس بادشاہی سے انھیں مسلمانوں کی اصلاح ونگرانی منظور تھی اور اپنے کو وہ مسلمانوں کا کارگذار سمجھتے تھے اور سرکاری خزانہ سے جو کچھ اپنے اور اپنے متعلقین کی کفایت کے موافق وہ لیا کرتے تھے اس کو وہ محض اپنی اس کارگزاری کا عوض سمجھ کر لیا کرتے تھے اور اپنے کو وہ اس عوض مشاہرہ کا مستحق جبھی جانتے تھے کہ جب وہ مسلمانوں کی کارگزاری اس کی مدت معینہ تک کر چکے ہوں اور ان کو اپنی اور اپنی اہل وعیال کی خورد ونوش کی ضرورت پر بھی گوارا نہ تھا کہ وہ خزانہ سے اپنا مشاہرہ پیشگی لے لیں۔ اس پابندی سے انھوں نے حکومت کی اور نام نیک چھوڑ گئے ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

که بیت المال داشتے و عمر را سه دختر بود روز عرفه دختران به نزدیک عمر آمدند و گفتند فردا
عید است زنان و دختران رعیت مارا سرزنش خواهند کرد که دختران امیرالمومنین اید کم از آنکه
جامه نو پوشید و بگریستند عمر را دل درد کرد امیرالمومنین با غلام خازن گفت که مشاهره یکماهه
من بجامه دختران ده غلام خازن گفت که یا امیرالمومنین تو مشاهره یکماهه از مسلمانان
شحنت نگاه کن که یکماهه زندگانی داری یا نے عمر فرو ماند و گفت بارک الله غلام نیک
گفتی پس دختران را گفت آرزو فرو خورید که هیچ مسلمان بهشت نه بیند تا آرزو فرو نخورد
چوں امیران چنیں بودند حواشی ایشان نیز بدیں صفت بودند و آں بود که
در داوری میان مجهول و محتشم صاحب جاه معروف فرق
چشم نگرد الخ و هرگاه ضعیفے را بر سلطانے دعوی بوده باشد سزاوار آن است که از بهر مملکت
خود برخاسته بحکم حق تعالی عمل نماید و به انصاف گرایید و او را راضی سازد و ستم نکند و سخن
حق تعالی است اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ و حقیقت این
آنکه اگر کسے را حق بود بر سلطان انصاف از نفس خود بدهد و اگر ملک را حق بود بر دیگرے
مسامحت نماید با منت نهد بر وے بدان و همچنیں عمال و نقاب خویش را بفرماید تا هم بریں
مثال باشند۔

باب ۸۶

امیر خراسان کے اجلاس عام میں اور انکی برکت سے اسکی فتح و ظفر اور اسکی ترقی حکومت میں اور عزت ملک کے اسباب اور سیاست شاہی کی ضرورت میں

حکایت[1] ہم از اسمٰعیل سامانی امیر خراسان حکایت آوردہ اند کہ ہر وقتے کہ بر تخت نشستے وبقہستان آمدے تنہائی کردن فرمودے وتنہا دیگر پردہ برگرفتے وحاجب دربان نبودے تا ہر کسے را مظلمہ بودے بیامدے و بایسے سخن گفتے وحاجت وے روا کردے وہمیں مثال شال عامل وے کار ہمی فرمودے تا آنگاہ کہ وارے پیری شدے انگاہ برخاستے وریش خود را گرفتے وروے سوئے آسمان کردے با چشم پر آب وگفتے یا رب جہد من ایں بود کہ کردم ومن ندانم کہ ازین بر کدام ستم است وتو خداوندا از درون من آگاہی کہ مرا ستم ناپسند است یا رب مرا بشناختن عفو کن وچوں ایں سیرتش نیکو بود کارش بلند شدہ ہمہ لشکر وے ہزار مرد بودند وشمشیر بارکابہائے چوبین بودند وعمرو لیث را صد ہزار مرد بودند ہمہ در آہن غرق خداوند تعالیٰ وے را یعنی اسمٰعیل سامانی امیر خراسان را از برکت داد وعدل بر عمرو لیث ظفر داد الخ وصد وسی سال مملکت اندر

بادشاہان اسلام اور ان کے ارکین سلطنت رعایا کے عرض ومعروض بنفس نفیس بلا واسطہ سنا کرتے تھے اور ان کے معاملات ومقدمات ان کے بالمشافہ طے کر دیا کرتے تھے اور عرض حاجت کے لیے بادشاہ کے روبرو آنے کی ان کو ممانعت اور روک ٹوک نہ تھی اور اس قدر اہتمام اور توجہ کے ساتھ رعایا کی دادرسی اور حاجت روائی کرتے ہوئے بھی ہمیشہ ان کو خوف رہتا تھا کہ مبادا اپنی جانب سے کسی پر ظلم واقع ہو

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ مقابل ومخالف پر غالب ہونے کی اصل اصلاح اور اس کا اصلی ساز وسامان داد وعدل ہے جس کے ہوتے ہوئے مخالف (گو وہ کتنے ہی ساز وسامان اور کتنے ہی آلات حربیہ کے ساتھ ہو) بعون اللہ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا اور اگر صلاح داد وعدل نہ ہو تو جنگ کا تمام ساز وسامان اور اس کے تمام آلات بیکار ہیں اس بنا پر آج کل جس کروفر اور جس ساز وسامان اور جس ظاہری شان وشوکت کی طرف حیرت کی نگاہیں لگی ہوئی ہیں وہ سب ہماری نگاہ میں ہیچ اور ہمارے قلب میں بے وقعت ہیں اور ہر طرف ہماری منتظرانہ نگاہ ہے کہ کس جگہ اسمٰعیل سامانی کے جیسا بادشاہ پیدا ہو کر ایک کو ہزار کے مقابل کھڑا کر دیتا ہے اور کوٹ پتلون کے بدن کو انکی آرائش وپیرائش سے برہنہ اور انکے ہاتھوں کو انکے ساز وسامان سے بیکار کر کے انکی بے شمار جماعت کو مثل سنگریزوں کے فاخذناہ[1] وجنودہ کی الٰہی مشت میں لیکر فنبذناھم فی الیم[2] کی بحر فنا میں کیسے غرق

[1] پھر لے لیا ہم نے اس کو اور اس کی فوج کو مثل چند سنگریزوں کے (اپنی مشت قدرت میں)
[2] پھر ان سب کو اپنی مشت قدرت میں لینے کے بعد پھینک دیا ہم نے ان کو دریا میں ۱۲

خاندان ہے بود چوں کار بود کان رسید بر خلق جور کردن و ملک از ایشاں برفت الخ

ابو الحسن اہوازی گوید در کتاب فرائد و قلائد الدنیا لا تصفو الشارب ولا یبقی لصاحب

ایں دنیا سیر نکند ہیچ خورندہ را و وفا نکند ہیچ جوئندہ را پس توشہ عمل برگیر امروز برائے

خود اکنہ امروز ماند نہ فردا الخ

اور نیست و نابود کر دیتا ہے اور ان پر فاخرجناھم من جنت وعیون وکنوز ومقام کریم[۱]

کذلک کی حسرت طاری کرکے ان کی جگہ واورثناھا قوما اخرین[۲] کی مبارک اور تازہ آبادی کو اس

وقت قائم فرما دیتا ہے فرعونی نظروں نے جو فی الحقیقت ہوائی نظر ہیں) جنکو خفیف و ضعیف جانا اور

عبدات[۳] بنی اسرائیل کے مقام میں ان کو اپنا مملوک و مقبوض کیا تھا امید کہ موسوی قوت اس

فرعونی ٹھاٹ کو زیر و زبر کرکے واورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الارض

ومغاربھا[۴] کی زبردست اور وسیع آبادی اور اس کے قائم مقام کرے گی جب فرعونیوں کو ادوا[۵]

الی عباد اللہ کا فرمان مذکور لاکر سنایا جائے اور ان کو مہلت پر مہلت دی جائے مگر اس پر بھی ان کا

تمرد اور ظلم دور نہ ہوا اور وہ عصیتم (جس نتیجے کے عاصیانہ عمل سے باز نہ آئیں تو اس کا انجام

فاخذہ اللہ نکال الاخرۃ والاولیٰ[۶] کے سوا اور کیا ہوگا یخربون بایدیھم[۷] بایدیھم

کے انداز پر اپنی بربادی اور اپنی آبادی اپنے ہاتھوں اجڑتی ہوئی نظر آرہی ہے آئندہ خدا جانے کہ اول

الحشر کی ہانک کدھر ہوگی وما یعقلھا الا العالمون[۸] -

---

[۱] (نکالا ہم نے ان کو ان کے باغوں اور چشموں اور خزانوں اور انکی عمدہ عمدہ عمارات و مقامات سے)

[۲] (اور پھر ان باغوں اور چشموں اور خزانوں اور انکی عمدہ عمدہ عمارات سے ان کو نکال کر اور فنا کرکے وہ سب باغ و چشمے اور خزانے اور عمدہ عمدہ مقامات دوسری قوم کو دیدیئے)

[۳] (بنی اسرائیل کو تو نے اپنا خدمتگار بنالیا

[۴] (اور دیے ہم نے اس قوم کو جو ضعیف سمجھے جاتے تھے زمین کے مشرقی اور مغربی حصے)

[۵] (بندگان خدا سے اپنے ظلم اور جبر دور کرکے اور ان پر سے اپنا بیجا تحکم اور بیجا قبضہ اٹھاکر ان کو اس بیجا تحکم اور قبضہ سے آزادی دیدو اور میرے حوالے کردو)

[۶] فرمان کو نہ مانا اور پھر فرمان سے پشت پھیر کر اسی نافرمانی میں وہ لگا رہا۔

[۷] پھر اس کو خدائے تعالیٰ نے دنیا و آخرت کی سزاؤں میں گرفتار کردیا)

[۸] ویران کرتے ہیں اپنے گھر اپنے ہاتھوں سے) [۹] پانچ نکلنے سے پہلا اخراج اور پہلی جلاوطنی -

[۱۰] (ان کنایات و اشارات کو وہی سمجھیں گے جو عالم ہونگے)

ابن المقفع گوید کہ ملوک ہند را کتب حکمت بسی شتر کشیدندے پس بفرمود حکما را تا آں
مختصر کردند پس ہمہ دانایان را اتفاق افتاد بر چہار سخن یکے سخن ملوک است و آں عدل
است و یکے سخن رعیت است و آں طاعت است و یکے سخن تن است و آں ناخوردن
تا بوقت گرسنگی و یکے سخن روان است و آں سخن آں ست کہ بخویشتن بنگرند حکمت بجز آں
را بر کسی پایند نبود کہ ملک اندر چیست گفت ملک بچہار چیز پیدا می شود یکے بہ نگاہ داشتن اطراف
و بار ندادن دشمن از خویشتن و عزیز داشتن دانایان و اہل فضل و عدل الخ[1]

---

[1] یہ انتخاب اور خلاصہ نہایت عجیب و غریب ہے ایک اونٹ کے بوجھ کی مقدار کا اندازہ کیا جائے
تو اس اندازہ سے قیل و نٹ کا مجموعی بوجھ بہت بھاری بوجھ ہوتا ہے اگر یہ مجموعی بوجھ وزنی اشیاء کا
ہو تو اس کا مجموعی وزن خدا جانے کتنا ہو اور اگر یہ مجموعی بوجھ تعدادی اشیاء کا ہو تو اسی طرح اسکی تعداد
بھی خدا جانے کتنی ہو بہر حال اس قدر بوجھ کا وزن یا تعداد کوئی معمولی وزن یا معمولی تعداد نہیں ہوتی
بلکہ نہایت بھاری وزن اور بھاری تعداد ہوتی ہے اور کتب منجملہ اشیائے تعدادی ہیں پھر جو کتابیں
قیل و نٹ کا بوجھ ہونگی ان کی تعداد کس قدر بڑھی ہوئی ہوگی اور پھر اس تعداد کی کتابوں میں جو
مضامین ہوں گے ان کی تعداد کا کیا حال ہوگا اور اس تعداد کے مضامین کے جو انواع و ابواب ہونگے
وہ بھی اسی طرح بے شمار ہوں گے اب اس قدر مضامین سے اس روح الارواح مضامین کے حاصل کرنے
میں کیسی تحقیق در تحقیق اور تدقیق در تدقیق سے ان مضامین کے عوارض و توابع اور وسایل و ذرائع کو چھانٹنے
اور چھانٹتے ہوئے اور ان سب کو اس روح الارواح میں ضم اور مندرج کرتے ہوئے اس روح الارواح مضامین
کو حاصل کرنا پڑا ہوگا اگر غور کیجے تو فی الحقیقت اس خلاصہ کی قابلیت بطفیل نبوت اور باثر نبوت (جو مانگا
ہے حاصل ہوتی ہے اور ہماری نبوت محمدیہ عربیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تمام نبوتوں کی جامع ہے
اور اوتیت جوامع الکلم کی کلامی اور مضمونی روح الارواح اسی نبوت مبارک کو دی گئی ہے
یہاں سے مضامین کی روح کھینچنے کا سبق لیا جاتا ہے اور یہیں سے بلیغانہ انتخاب اور جامعانہ اختصار
کی تعلیم ہوتی ہے۔ تمام عالم میں انتخاب بلیغ کا جو فوقانی مدرسہ ہے وہی ایک (اوتیت جوامع
الکلم) کا عربی مدرسہ ہے اور اس (ایک مدرسہ) کے سوا تمام عالم میں انتخاب کے جو مدارس ہیں
وہ تحتانی ہیں۔

وامینی جہان از سیاست بادشاہ است واجب است بادشاہ را کہ با سیاست بود زیرا کہ سلطان خلیفہ خداوند است حد ہیبت را بداں جائے باید کہ چوں رعیت از دور او را بیند نیارد قیام کردن۔

بادشاہ ایں زماں را بدیں سیاست و ہیبت باید بود زیرا کہ ایں خلق نہ آنند کہ پیش ازیں بودند کہ زمانہ بے شرماں و بے ادباں و بے رحماں است نعوذ باللہ

اگر سلطان درمیانہ ایشاں ضعیف بود بیشک جہاں ویران شود بدیں و دنیا زیرا کہ جور سلطان بصد سال چنداں زیاں نکند کہ یکسالہ جور رعیت الخ

بزرجمہر را پرسیدند کہ کدام سلطان پاکیزہ تر است گفت آنکہ پاکیزگان از وے ایمن باشند و گناہگاران از وے بترسند۔ اما سلطان بے سیاست را چشم خلق خطر نبود الخ

باب ۸

شاہانہ مصروفیت اور شاہانہ نگرانی اور شاہانہ فرائض اور خدمات سرکاری کے قابل اشخاص کے بیان میں

اما بادشاہ را نرد و شطرنج باختن و مے خوردن و گوے زدن حرام است زیرا کہ ویرا از ہر کار ہا دارد و ہر کارے را وقتے است۔ اما خسروان پیشین روز را بچہار قسم کردندے یک قسم از بہر پادشاہی نظر کردندے و مظلوماں را داد دادندے و یکے قسم ایزد سبحانہ تعالیٰ را پرستیدندے و طاعت کردندے و قسم سوم خوردن و خفتن و ازیں جہاں بہرہ گرفتن و شادی و خرمی کردن و قسم چہارم شکار کردن و چوگان زدن و آنچہ بدیں ماند مشغول گشتندے۔

اما بہرام گور روزگار خویش بدو نیم کردہ بود یک نیمہ روز در کار مرداں بودے و یک

سلہ اس وقت حضرت اعلیٰ کی سیاسی کارروائیاں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے اسی اصول پر مبنی اور موجودہ زمانہ کے لحاظ سے نہایت مستحسن بلکہ ضروری ہیں

نیمہ روز بیاسود و اندر عصر پادشاہی کسے روز تمام کار نہ کرے الخ

و پادشاہ باید کہ مملکت خویش را چناں تیار دارد کہ خانہ خویش را تا جہاں آباد آں بود الخ

و پادشاہ باید کہ شتاب زدہ نبود کہ حکیماں گفتہ اند سہ کار از سہ گروہ زشت بود تندی

از پادشاہان و حرص از عالمان بر مال دنیا و بخل از توانگران الخ

چہار چیز فریضہ است بر ملوک پاک کردن ملک خویش از بے اصلاں و آبادان داشتن

خردمنداں و نگہداشت کردن در ملک آرائے پیراں را و زیارت کردن در ملک

نیکاں را بہ کم کردن بداں چوں اوباش و بیباک وغیرہ

حکایت چوں عمر عبد العزیز بخلافت نشست نامہ نوشت بحسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

و گفت اعنی باصحاب یک جواب فرستاد اما طالب الدنیا فلا خیر فیہ و ما طالب

الاخرۃ فلا یرغب فیک ولکن الکتف بذوی الانساب فانہم اذا لم یتقوا

تکرموا۔ گفت کسے را فرست از یاران خویش تا مارا دریں کار یاری کند جواب فرستاد کہ ایں کس

کہ تو فرستم از دو حال بیروں نبود اما طالب ایں جہاں ترا نصیحت نکند و طالب آں جہاں

با تو صحبت نکند ولیکن پیوند کن بخداوندان اصل کہ اگر پرہیز نکنند بارے مرداں را گرامی دارند

و اصل پاک ہرگز خطا نکند اما پادشاہ چناں باید کہ وزارت خویشتن و عملے از اعمال را بدست

ناسزایاں ندہد و در دست خداوندان اصل و نسب نہد کہ اگر بدست ناسزا دہد ملک خویش

بباد دہد و مملکت ویران شود و خلل بسیار پدید آید از ہر جانبے و از ہر روئے نعوذ باللہ من ذالک

مملکت کی خدمات و عہدہ جات کی تفویض کے لیے یہ جواب ایک بہت بڑا اصول ہے جسکی رعایت باذن اللہ حافظ مملکت ہوتی ہے جب اس تنقیح صحیح سے خدمات کی تفویض ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ انتظام مملکت میں خلل واقع نہ ہوگا ورنہ بہت ہی درہمی برہمی کا اندیشہ ہے۔ اس اصول کی طرف حضرت اعلیٰ کی توجہ خاص مبذول ہو تو اس سے مملکت کے مخلص بہادروں اور صادق عقیدتمندوں کی ایک خاصی جماعت تیار ہوگی۔

مملکت کے لئے تفویض خدمات کا بہت بڑا اصول

حضرت حسن بصری کا زریں اصول

چنانکہ شاعر گوید ؎ خانہ کہ ویراں شود زاول پئے نزدیک ترک بنہید ازیں دیوار بہ دولت
کز خانہ بخواہد رفتن پئے خود کار دہد بنیاد اوار۔

باب (۸۸)

شاہانہ ہمت اور بادشاہوں کے آداب خدمت اور نقل مضمون تحفۃ الابرار کی میں

اندر ہمت ملوک امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ گفت نگر تا خسیس ہمت نباشی کہ ہیچ چیز نزد یکم
مرد را از قدر افگندہ تر از دون ہمتی عمرو بن العاص گوید مرد خویشتن را ہمچنانکہ ہمت است
رساند و اگر خود را عزیز دارد بلند شود و اگر خود را خوار دارد خوار شود وہم درین باب گویند
عزیز نشوند تا خویشتن را عزیز ندارند و کس وی را مقدار ندارد تا وے قدر خویشتن ندارد و عزیز داشتن
تن خویش آں بود کہ با ناکساں ننشیند و کارے کہ اندر خور وے نبود نکند و چیزے نگوید
کہ وی را بداں عیب دارند۔

اما ہمت و پردلی ملوک و مہتران است و ہر ملکے را کہ ایں خصلت نبودہ است ندیماں
و وزیرانش بہ تکلف بیاموختند۔

در آداب قیام نمودن بخدمت ملوک اعز اللہ انصارہم ہر کہ خدمت ملوک کند
او را چند چیز باید تا شایستہ خدمت ملوک گردد

شعر

۱؎ اس تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ عزت کوئی بیرونی شئے نہیں ہے بلکہ وہ ایک خاص انسان کی اندرونی
شے ہے لہذا انسان کو اس کی تکمیل میں اس امر کی ضرورت نہیں ہوتی کہ محنت و مشقت اٹھا کر جو باہر
ہے اس کو کھینچ کھانچ کر لائے بلکہ وہ ایسی شئے ہے کہ جو خود اندرون انسان موجود ہے اور اس کا
سررشتہ انسان کے دست قدرت میں دیا گیا ہے پھر ایسی چیز کا ضائع کرنا انسانی ہمت و شرافت
کے بالکل خلاف ہے

اذا خدمت الملوک فالبس　　من التوقی اعز ملبس
ادخل علیهم وانت اعمیٰ　　واخرج اذا خرجت اخرس

نظم

هر که خواهد که بود پیش سلاطین چون شمع　　همچو شمعش نگزیرد ز ثبات قدمی
او بباید که اگر تیغ نهندش بر سر　　بایدش داشت زبان پوشش هر حرف دمی
بعد از آن کارش اگر زانکه نطلبی گیرد　　گوش خود تا که بشنودش بدمی

رباعی

گر گشتی خدمت ملوک طلب　　شو ز آهستگی هوش سلب
اندر آئی فراز کرده دو چشم　　بدر آئی فراز کرده دو لب

و هر که خدمت پادشاه گستاخی پیشه گیرد ستیزه کار بود
اگرچه فرزند شاه است پس گستاخی روا نیست در خدمت ایشان
اگر پادشاه را تو باشی پسر　　همی ترس از و که بیندازد دستم

یہاں تک تو حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی کتاب تبر المسبوک کا خلاصہ مضمون ختم ہوا اب مولانا ...... جامی قدس سرہ السامی کی کتاب تحفۃ الاحرار سے ان کی نظم پر غور کی نقل کیجاتی ہے جیسے امام غزالی رح نے اپنی کتاب تبر المسبوک میں بادشاہ کو مخاطب فرمایا تھا اسی طرح مولانا جامی نے بھی اپنی کتاب تحفۃ الاحرار میں نصیحت سلاطین کے لیے ایک خاص عنوان قائم فرما کر اس (عنوان) میں بادشاہ کو مخاطب فرمایا ہے مگر کتاب تبر المسبوک کی تالیف خاص بادشاہ کیلیے ہوئی ہے لہذا وہ من اوله الی آخره خاص سلطنت کا دینی اور دنیوی دستور العمل ہے۔

اور کتاب سبحۃ الابرار تصوف اور مواعظ عام میں ہے مگر اس میں جیسے تصوف اور مواعظ کے مطالب علیحدہ مضامین کے لئے جدا جدا عنوان قائم کئے ہیں ویسے ہی سلطنت کے متعلقہ مضامین کے لئے بھی اس میں مسلسل تین مستقل عنوان قائم فرمائے ہیں جنمیں سے

پہلا عنوان سلاطین کی دولت خواہی میں ہے اور اس کے متصل

دوسرا عنوان ارکان دولت کی نصیحت و نیک خواہی میں ہے اور اس دوسرے عنوان سے متصل

تیسرا عنوان رعایا کی اس ہدایت میں ہے کہ وہ ہمیشہ سلاطین کے حق شناس اور شکر گذار اور ان کے مطیع و وابستہ رہیں۔ ہر چند یہاں مقصود اصلی تو پہلا عنوان ہے مگر اس کے ضمن میں اور دو عنوان بھی طبعاً نقل کئے جاتے ہیں پہلے عنوان کو مولانا جامی نے یوں منعقد فرمایا ہے

باب (۸۹)

سبحۃ الابرار کے پینتیسویں عقد میں جسمیں دولت خواہی سلاطین کا نایاب مضمون ہے

عقد سی و پنجم

در دولت خواہی سلاطین کہ عدل ایشان سرمایۂ آبادانی است و ظلم ایشان پیرایۂ ویرانی

ای بلند از قدمت پایۂ تخت — تاج را گوہر تو مایۂ بخت

کردہ از صبح ازل مہر ہیئت — سایہ اش دولت ظل اللہیت

منصب خسرویت دادہ خدای — کہ دہی قاعدۂ عدل بجای

عرش را قاعده این قائمه است	شرع را قاعده زین مانده است
شه که از عدل نظر خنده پے است	خسروی واسطهٔ خیر و بس است
نامهٔ جاه فنا انجام است	آنچه جاوید بماند نام است
جم ازین جام شد و جام نماند	وز جم و جام بجز نام نماند
بلکه آن نکهت از مردان گرکش	نام نیک است که گشت و گرکش
نیک اگرچه ز فنا گشته گم است	نام نیکش ببقائے دوم است
رشتهٔ عمر بسر تا بحسیب	با درازی که چو شد آخر هیچ است
زیر این دائره دیر مدار	مدت نوح شد انشمرده هزار
لیکن امروز هزاران سال است	که چو مانده از آن اقبال است
گنج شاهی که خدا داد ترا	قیمت ملک بقا داد ترا
عدل یک ساعت را بقیاس	شصت ساله عمل خیر شناس
خورده انصاف کز این پایه کراست	بهر سود ابدی مایه کراست
گر بدین مایه زیان کار شوی	وای آن روز که هشیار شوی
رو گئے در صحبت دین داران آر	که خراب است ز بے دینان کار

اس شعر میں حدیث شریف کے مضمون کو ذکر فرمایا ہے جس میں بادشاہ کے عادلانہ عمل کا ادنیٰ سے ادنیٰ زمانہ یعنی ایک ساعت ایک ... یعنی (ساٹھ سال) کے برابر (جو از ابتدا تا انتہا خیر ہی خیر میں بسر ہوتا) ٹھہرایا ہے۔ اس سے بادشاہ کے خاص شاہی عمل (یعنی عدل) کی (اگرچہ وہ زمانہ اور مقدار کے لحاظ سے تھوڑا کیوں نہ ہو) عام اعمال (یعنی عام لوگوں کے تمام نیک اعمال) کو (وہ زمانہ اور مقدار زیادہ سے زیادہ کیوں نہ ہوں) پر فضیلت ثابت ہوتی ہے اسی وجہ سے حضرت جامی نے اس امر کو بتایا ہے کہ بجز بادشاہ کے ایسی نیکی کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی لہذا اس نیکی پر سلطنت کی وسعت و ترقی اور اسکے استحکام و بقا اور اس کے علاوہ دنیا اور آخرت کے منافع بیشمار حاصل کر لینے میں بادشاہ کو سستی نہ کرنی چاہیے۔ ان اشعار میں مولانا جامی نے شاہ عالیجاہ کو یہ بتایا ہے کہ کون اشخاص انکی مصاحبت کے قابل ہیں اور کون نا قابل اور یہ کہ مصاحب نا قابل سے بجز زیاں کے اور کچھ حاصل نہیں۔

سفلگانے کہ سر افراختہ اند — بہر دنیاے تو دیں باختہ اند
جاہلانند ہمہ جاہ طلب — خویشتن را علما کردہ لقب
چشمہا بند دریں تیرہ مغاک — گشتہ از جیفۂ دنیا ناپاک
جستن پاکی ازیں قوم خطا است — زاب ناپاک طہارت نہ رواست
بیخ ظلم از دل خود پاک بکن — شاخ ظالم بسیاست بشکن
بلکہ آں بیخ چو برکندہ شود — شاخ ناچار سر افگندہ شود
تیشہ بر بیخ چو رانی گستاخ — تازہ بر جاے کجا ماند شاخ
حیف باشد کہ دراں روزگراں — از تو پرسند گناہ دگراں
تیغ [illegible] از کینہ وری — بہ کہ باشد ولت از کینہ بری
خشم [illegible] راست — نارسیدہ ز رہ بحر رواست
چوں کشد آتش خشم تو علم — آب عفوش بزن از بحر کرم
تا نسوزی گہے از دشمن خویش — نشو آتش فگن خرمن خویش
خشم کز غیرت دیں شعلہ کش است — روشنی جستن ازاں شعلہ خوش است
گرچہ در چشم کساں شعلہ نما است — بر لب خضر وشاں آب بقاست
لیکن اندر روش خلق شتاب — کہ تانی است دریں کار صواب
ہر کہ سر شد بزمیں افگندہ — نشود جز بقیامت زندہ

مولانا جامیؒ نے ان اشعار میں نفسانی غصہ سے دل کو پاک کرنے کی ہدایت فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ ایسے غصہ سے عقل کا زوال ہو جاتا ہے لہذا وہ شاہانہ طبیعت کے خلاف اور انتظام ملکی میں مخل اور مضر ہے

اوپر کے اشعار میں نفسانی غصہ کی برائی کا سلسلہ قائم فرمایا ہے جس سے اشتباہ ہوتا تھا کہ شاید غصہ مطلقاً مذموم ہو اور حالانکہ دینی غصہ مذموم نہیں بلکہ محمود و مطلوب ہے لہذا اس شعر اور اس کے متصلہ شعر میں دینی غصہ کو نفسانی غصہ سے ممیز اور مستثنےٰ فرما دیا تاکہ اشتباہ رفع ہو۔

وانکه زنده ست خود از خوے درشت — هرچش خواهی توانی کشت

نرم باران بزراعت دهد آب — چون رسد سیل شود کشت خراب

گر ستم دیده از کشور تو — دادخواهان رابرسد بر در تو

با تو مظلومی خود عرض کند — بر تو فریاد رسی فرض کند

بس گران ظلم ز ظالم میشل — گر رود با تو چه آری بعمل

سختی روز جزا آسان کن — از برای دگران هم آن کن

با اسیران به محنت شده بند — آنچه با خود نپسندی مپسند

گوش بر قصهٔ محتاجان دار — کار حاجت طلبان زود گزار

تا بود حاجت حاجتمندان — نیست خوش طاعت دیگر چندان

همچو طاوس خود آرائے مباش — در خود آرائی خود رائے مباش

۱۔ مظلوموں اور اہل حاجت کی طرف بادشاہ کی ذاتی توجہ کی ضرورت

ان اشعار میں بادشاہ کو بذات خود مظلوموں کی جانب متوجہ ہونے اور ان کی داد دینے اور ظالم سے ان (مظلوموں) کے انتقام لینے کی (جو سلطنت کا بہت بڑا اہم و اقدم فریضہ ہے) ہدایت فرمائی ہے۔

اس شعر اور اس کے لاحقہ شعر میں بادشاہ کو اس امر کی توجہ دلائی ہے کہ وہ بہ نفس نفیس اہل حاجات کی عرض و معروض سنا کریں اور جلد انکی حاجتیں پوری فرمایا کریں اور بیان فرمایا ہے کہ جب تک ان کو اس (حاجتمندوں کی حاجت روائی کے کام) سے فراغ نہ ہو اس وقت تک اس کام سے بڑھ کر ان کے لئے کوئی طاعت نہیں

اس شعر سے لیکر تخت کے اور تین شعروں تک مولانا... جامی نے بادشاہ کو افراط سے اور تکلفانہ تجمل سے باز رہنے کی ہدایت فرمائی ہے اور بادشاہ کی اصلی زینت اور اصلی تجمل کا سراپا قائم فرمایا ہے اور اس شعر کے (مگر طاعت بسوی بندہ حکم شو بہ کمر بندی کس) اس مصرع آخر میں کہ (بندہ حکم شو بہ کمر بندی کس) لینے کو اور اپنی سلطنت کو خاص و مستقل فرما لینے اور قیامت و مداخلت اغیار سے اس کو بچا لینے اور ملک کے اندر وہی یعنی ملکی فی الفنون سے اپنے نفس میں طبعی استغنا پیدا کر لینے کے سامان کا اشارہ فرمایا ہے یہ دعا گوئے مخلص بھی اپنے بادشاہ اسلام یادگار ملک نظام لازالت دولته قایمة الی یوم القیامة سے باادب ہم مولانا جامی کے اس شعر مبارک کا ذکر کرکے بخلوص عقیدت عرض کرتا ہے کہ دعا گوئے دولت کی تمنا ہے کہ خداوند عالم اس شعر مبارک کی طرف متوجہ فرمائی جاینگی اور اس شعر کے دو مصرعہ کا تحقق اور انکے تمام جوانب و جہات پیش نظر ہونگے اور ہمہ وقت گرامی اور فکر بلند کا کچھ حصہ اس قید اور لاحقہ احوال اور ان احوال کے قلب و اصلاح کی جانب اور حکیمانہ تدابیر میں مصروف فرمایا جائیگا اور اس تدبیر کے عملی اظہار میں شاہانہ عزم سے کام لیا جائے گا جو امر سلطنت کا مقصد اعلیٰ ہو اگر یہ وہی اس عملی اظہار کا عمدہ نتیجہ ہے اور وہ حضرت اعلیٰ سے مخفی نہیں ہے ۱۲

افسر فرق تو لبس عز سجود — زیور دست تو زر بخشی و جود

بر میانت ز کمر طاعت بس — بندهٔ کمر شو بکمر بندی کس

کله از عدل و قبا پوشش زداد — بر تو این نکته فراموش مباد

زانکه آبادی ملک از عدل است — از غم آزادی ملک از عدل است

تا رعیت ز ملک شاد نشد — ملک از سعی وے آباد نشد

یہاں تک پینتیسویں عقد میں مولانا جامی نے دولت خواہی سلاطین کا مضمون لکھا ہے اب اس (پینتیسویں) عقد کو ختم فرما کر اس کے بعد نیکخواہی ارکان دولت کے مضمون میں چھتیسواں عقد یوں آغاز فرماتے ہیں

باب (۹۰)

سبحۃ الابرار کے چھتیسویں عقد میں نیکخواہی ارکان دولت کا نادر مضمون ہے

عقد سی و ششم

در نیکخواہی ارکان دولت کہ میان پادشاہان و رعایا رابطہ اند و در وصول آثار عدل و ظلم واسطہ

اے ز قرب شہت پردہ ز دست — زین قرابت شدہ کس چو تو مست

زود باشد کہ دہد خونابہ — ساقی دورت ازیں قرابہ

حق این قرب بشکر آر بجائے — قرب حق بر سر این قرب فزائے

مولانا جامی نے اس شعر اور اس کے لاحقہ شعر میں ارکان دولت کو قرب شاہی پر مغرور نہ ہونے کی تنبیہ فرمائی یہاں سے قرب شاہی کی شکر گزاری اور اس کے حقوق و وظایف کا بیان شروع ہوا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مقربان و ارکان دولت پر لازم ہے کہ وہ ہمیشہ بادشاہ کے ناصح مخلص بنے رہیں اور ہر پہلو سے بادشاہ

چیست شکر و این کرم و لطف شگرف ‏ ‏ در رضا جوئی حق کردن صرف
شاه اگر خنجر خون ریز شود ‏ ‏ بهر آزار کسان تیز شود
سخت روئی چو سپر پیش آری ‏ ‏ رحم بر بیگنہش نگذاری
وگر او برق فروزان گردد ‏ ‏ وز غضب آتش سوزان گردد
نایداز تو که از و تاب زنی ‏ ‏ بلکه بر آتش او آب زنی
اہل حاجت چو در جود زنند ‏ ‏ دم ز اندیشۂ مقصود زنند
اگر او راه خساست سپرد ‏ ‏ بخل را عقل و کیاست شمرد
تو سوئے جود کنی رہبریش ‏ ‏ رو با احسان عطا آوریش
وگر او پشت بانصاف کند ‏ ‏ در عطا و کرم اسراف کند
تو در اصلاح تک و پوے کنی ‏ ‏ بطریق وسطش روئے کنی
وگر او راه طبیعت گیرد ‏ ‏ ترک قانون شریعت گیرد
باز داری ز طبیعت رویش ‏ ‏ ہادی دین شریعت سویش

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) کی دینی اور دنیوی بہبودی اور ملک و رعیت کی صلاح و فلاح میں کوشاں رہیں اس قسم کے ارکان دولت اولوالعزم اور عالی ظرف دولت کے ارکان حقیقی اور نمک حلال اور بادشاہ کے سچے خیرخواہ ہوتے ہیں نہ یہ کہ صرف اپنی جاہ و قرب کی اغراض یا محض اس کی ظاہری اور سطحی رسوم و آئین (ان مقربان و ارکان دولت) کے پیش نظر ہوں اور فقط ان اغراض نفسانی کی نگہداشت یا ان ظاہری رسوم و آئین کی پابندی کے سوا ان کو قرب سلطنت اور رکنیت دولت کے اصلی اغراض اور معنوی مہمات سے کچھ سروکار نہ ہو اور بادشاہ کی نصیحت اور اسکی اصلاح معاملات کی مصروفیت کو سوء ادبی اور آئین قرب کے خلاف جانے اور ان (بادشاہوں) کی کسی بات یا کسی معاملہ کے در پے اصلاح و تدارک رہنے کو وہ جرأت و گستاخی سمجھیں اس قسم کے مقربان ارکان دولت کم ظرف و پست فطرت اور نکھرام اور برائے نام دولت کے ارکان ہوتے ہیں اور بجائے اس کے کہ ان پر رکن دولت ہونا صادق ہو سکے فی الحقیقت انکی رکنیت محض ایک سراب یا دریا کی صورت رکھتی ہے اور حقیقت و معنی سے بالکل عاری ہے اور اس بنا پر ایک ملک کیلئے بھی وہ اپنی رکنیت پر بحال اور قائم رکھنے کے قابل نہیں ہیں۔

وگرا وز اجبر ظالم نہ شود باعث رد مظالم نہ شود
تو بدان زجبر کنی انگیزشش سازی از بہر مظالم تیزشش
ایں بود رسم و رہ آگاہی شاہ را صورت و دولت خواہی
نہ کہ در ننگ و بدیش یار شوی در شر و شور مددگار شوی
ہرچہ خواہد دل او آں خواہی عالمے را ز ستم جاں کاہی
ظلم را قاعدہ تو شوم نہی بار بر گردن مظلوم نہی
دیں فروشی و دیانت دانی کفر ورزی و کفایت خوانی
سگ نانی آری و ایں پنہاں نیست کز کفایت دہ تو و کشتہ دو بیت
تخم شیریں فگنی در شورہ رونق دیں شکنی از تورہ
خواں صد مظلمہ آری سوئش تا شکم پر کنی از پہلوئش
ہمچو روبہ کہ ز کو نشتری از چراگاہ بصد حیلہ گری
گاو را در نظر شیر برد تا ز پس ماندہ او سیر خورد
دیں خود جملہ بدنیا دادی طرفہ کز دنیا ہم ناشادی
می سزد گر نہدت طبع مرام خسر الدنیا و الآخرہ نام
پیش ازیں نیز سلاطیں بودند کہ ہمہ صاحب تمکیں بودند

یہاں سے مقربان سلطنت کی اس روش کا ذکر شروع ہوتا ہے جو تقرب شاہی کی شکر گزاری اور اس کے حقوق و فرایض کے بالکل منافی ہے۔

مقربان سلطنت کی نامناسب روش کے بیان کو اس شعر پر ختم فرمایا ہے جسمیں انکی غیر مناسب روش کی بدنامی اور بد انجامی کا (جسکی اوپر کوئی بدنامی اور بد انجامی نہیں ہے) ذکر ہے گویا کہ دنیا جو بد انجامی اس قسم کے مقربان سلطنت کے حصہ میں آئی ہے یہاں بیانًا اس بیان کا انجام اسی بد انجامی کے ذکر پر ہوا ہے جو خالی از لطف نہیں ہے۔ چونکہ واقعات و نظائر امورات حقیقیہ کے مظاہر ہوتے ہیں لہذا

بود شاں کار گذاراں و پیش — ہمہ پاکیزہ دل و نیک اندیش
بپائے خود تیغ دیں کردہ — رسم دیں پروری آئین کردہ
برگرفتہ ز میاں بہرۂ خویش — کردہ مرآت صفا چہرۂ خویش
گشتہ از عاقبت کار آگاہ — غم خور خلق و نصیحت گر شاہ
چوں یکے نکتہ ز شاہ بشنفتے — شاہ از آں نکتہ چو گل بشگفتے
دل ز آلائش غفلت شستے — زاں سپس نکتۂ دیگر جستے

مولانا ۔۔۔ جامی نے نیک خواہی ارکان دولت کے مضمون کو یہاں ختم فرمادیا اب اس کے بعد مثنوی میں عقد میں حضرات سلاطین کی حق شناسی اور شکر گزاری کا مضمون بیان فرما کر اسی پر سلطنت کے متعلقہ مضامین ختم فرماتے ہیں اور وہ عقد یہ ہے

باب ۹۱

بیان آنکہ مثنوی عقدہا بیمن تربیت جامعیت فصاحت و بلاغت کے ستارہ ہا گوہر سلطانی کی زیب عقد

عقد سی و ہفتم

در دلالت رعایا بچہ دعا و چہ ثنا بحضرت حق شناسی و شکر گزاری سلاطین عادل و چہ جائے

مولانا ۔۔۔ جامی ۔۔۔ یہاں سے قربت شاہی کے فرائض حقیقیہ کو واقعات و نظائر کے مقام میں لائے تا ان فرائض حقیقیہ کا خوب ظہور ہو اور عبرت حاصل کرنے میں اس سے بڑی تائید ملے اور معلوم ہو کہ مقربان سلطنت اور ارکان دولت اس شان کے ہوتے ہیں اور جنکی شان اس کے خلاف ہو وہ صرف رسمی اور اسمی مقرب ہیں نہ حقیقی اور معنوی۔ اس عقد کے مضمون میں ناظرین

اے درین تنگ قضا گشتہ اسیر	زیر تیغ و قلم شاہ و وزیر
کہ ز تیغ ستمے ہمچو قلم	فرق سر شق کشدہ از تیغ و الم
گہ ز رقم قلمے ہمچو تیغ	غرق خون ماندہ افسوس و دریغ
جگرے گیر بدندان شب و روز	باش خرم و خندان شب و روز
پردۂ تنگدلی ساز مکن	داستان گلہ آغاز مکن
ہمچو زر سر از اثر تیغ مخند	لوح سان نقش قلم را مپسند
نفع تو بیش بود از ضررش	خیر او نیز ہم افزون ز شرش
شکر نفعش چو نگفتی ہرگز	چون گل از وے نشگفتی ہرگز
این ہمہ از ضرر او گلہ چیست	خیر او بین ز شر او گلہ چیست
گنج بے رنج نہ پیدا است کسے	گل بے خار نچیدہ است کسے

مستقل کتاب مسمی بہ منتہی الکلام فی اطاعۃ حضرت النظام (جو بیشگاہ اقدس کی مقبولہ ہے) لکھی ہے اور اس میں اپنی دست کے موافق اس عقد کے مضمون کا حق ادا کیا ہے اور ہمیشہ خدا تعالی کی بارگاہ میں اس کی یہ التجا ہے کہ خدائے تعالی ہمارے برادران اہل اسلام اور جملہ رعایائے حضرت نظام کو اس کے موافق پابند ہونے اور تعمیل آوری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ان چھ اشعار میں مولانا جامی نے رعایا کو اس امر کی ہدایت فرمائی ہے کہ اگر سلاطین نے انکی جان تک بھی نوبت پہنچادی ہے تو اس وقت بھی حضرات سلاطین سے شکایت اور گلہ کرنے کی جگہ رضا و تسلیم اور فرحت و مسرت کا ہی اظہار کریں چہ جائیکہ محض اپنی اغراض کی پیروی اور اپنی ہوائے نفسانی کے اتباع سے حضرت سلاطین کی شکایتوں سے اپنی زبان آلودہ کریں ایسے لوگ شوم اور نحس اور اپنی شومی اور نحوست کی وجہ سے قابل رفع و استیصال ہوتے ہیں۔

آخر کے شعر او نیز با بعد کے دونوں شعروں میں مولانا جامی نے یہ بیان فرمایا ہے کہ وجود شاہی کے جو منافع اور بھلائیاں ہوتی ہیں ان کے مقابل بادشاہ کے ضرر و شر قابل اعتبار و شمار نہیں ہوسکتے بلکہ کالعدم سمجھے جاتے ہیں لہذا جب منافع شاہی کو سمجھ بوجھ کر اسکی شکر گزاری ہی نہ کی جائے اور ان منافع کے حقوق ادا کرنے کی نوبت ہی نہ پہنچے تو پھر ان کے ضرر کا (جو ان کے منافع کے مقابل کالعدم سمجھے جاتے ہیں) کب

گر نہ شہ داور عالم بودے ——— کار عالم ہمہ درہم بودے
گر شبان پاس ندارد رمہ را ——— گرگ از پاے درآرد ہمہ را
باغبان گر نہ زند بانگ بہ باغ ——— قرص انجیر شود نان کلاغ
تیغ او گر بمیان سد نہ شود ——— کید یاجوج فتن رد نہ شود
رمح او شاخ سعادت ثمر است ——— کہ ازو کام عمل میوہ خور است
خود او بیضۂ سیمرغ ظفر ——— طائر نصرت ازاں بجا زدہ پر
برق او زرہ پر خم و تاب ——— چشمہ ساز چہ بمردان آب
تیغ او مرغ پراں سوے ببوے ——— نامۂ مرگ بر بجاں عدوے
پر پیکانش کہ زہر گوشہ زدہ است ——— رو بہ بیضۂ ظفرت تو شدہ است
افسرش کنگرۂ دولت تست ——— کمرش بستہ پے خدمت تست
قہر او گر نشود شحنۂ شہر ——— شہد در کام کساں گردد زہر
خلق او گر نشود لطف طلسم ——— بگسلد رابطۂ روح ز جسم
در حضر روشنی جاہت ازوست ——— در سفر ایمنی راہت ازوست

گلہ کرسکتے ہیں حاصل یہ کہ جب بادشاہ کے منافع اور ان کے مضار دونوں دیکھے جائیں اور شکر اور گلہ کے لیے وہ دونوں جمع کیے جائیں تو بغیر اس کے کہ ان کے شر سے قطع نظر کرکے صرف ان کے منافع پیش نظر ہوں اور اسکی شکر گزاری کی جاے اور ان کے ضرر کی شکایت نہ کی جاے گزیر نہیں ہوتا۔

اس شعر میں منافع شاہی کو گنج اور گل سے تشبیہ دی ہے اور مضار شاہی کو رنج وخار سے (جو حصول گنج وگل کی تکالیف راہ ہیں) پھر جیسے گنج وگل کے حصول کے لیے رنج وخار کی ہرگز پروا نہیں ہوتی اور اوس گنج وگل کی راحت کے سامنے اس رنج وخار کی مشقت ہیچ سمجھی جاتی ہے علی ہذا بادشاہی منافع کے مقابل (جو مثل گنج وگل ہیں) انکے مضار (جو مثل رنج وخار ہیں) ہیچ ہیں مصلحان قوم وملت کے خیالات وہدایات یوں ہوا کرتے ہیں یہاں سے بادشاہ کی ضرورت اور انکی عظمت وجلالت اور دین ودنیا اور انسان کی آسایش وبقا کے

اور انکی احتیاجات اور انہیں کے وجود سے اسباب زندگی کا قیام

سوے تو ظلم از و کرہ کرد — دست ظلم دگراں کوتہ کرد

تخم روزیست کہ دہقاں کارد — مکنت از بازوے سلطاں دارد

تاجراں رخت کہ از رہ آرند — سوئے شہر از مدد شہ ارند

پاسبان شبت از وزد وبیست — جاسس روز تو بے مزد ویست

خویش وبیگانہ از و قافلہ — راہ وبے راہ از و قافلہ رو

سنت وشرع از و پشت قوی — شرع داں نہ ولدی و بدوی

مسجد ومنبر از و معمور است — دین ودولت زخرابی دور است

ایں ہمہ کارگر و کارگری — نیست جز بہر تو چوں درنگری

قدر ہر یک کہ شمردم بشناس — پیشہ کن قاعدہ شکر وسپاس

از برائے تو یکے کارگزار — گر زبے مزد کند ایں ہمہ کار

تمام جزوی وکلی اسباب وسامان مہیا کرنے اور انکے انجام دینے میں انکے وجود کی ضرورت کا بیان شروع ہوا ہے اور عاجز نے اس بیان کو کتاب منتہی الکلام میں خوب مفصل لکھا ہے اور بر محل اس کا کچھ بیان اس کتاب میں بھی آگیا ہے۔

یہاں تک وجود شاہی کے بیشمار فواید ومنافع اور حضرت شاہی کے بے حساب احسانات وکرم کا بیان ہو کر اب اس شعر اور اس کے تحتانی شعر میں اس امر کا اظہار فرمایا جارہا ہے کہ وجود سلطانی کے ذریعہ اس قدر کارگزاری اور کارسازی جو ہو رہی ہے وہ ذات سلطانی کے لئے نہیں ہے بلکہ وہ سب کچھ رعایا اور مخلوق خداوند تعالی کی آسایش ونفع رسانی کے لیے ہے اور پھر اس کے بعد یہ جتایا جا رہا ہے کہ وجود بادشاہی کے جو جو منافع اور ان کے جو جو احسانات میں نے گن گن کر بتائے ہیں ان میں سے ہر ایک نفع اور ہر ایک احسان کی قدر کرو اور بادشاہی کی شکر گزاری اور منت داری کو اپنا پیشہ بناؤ تاکہ وہ شکر گزاری (مثل پیشہ) کبھی تم سے جدا نہ ہو۔

اور پھر ان دو شعروں کے تین تحتانی شعروں میں بذریعہ تمثیل جتایا جا رہا ہے کہ تمام رعایا صرف

گر دو صد گنج گہر افشانی	مزد یک روزہ او نتوانی
نیست ہر نقد کہ گیرد ز تو شاہ	مزد یک کار بر کار آگاہ
ایں ہمہ نالہ و فریاد تو چیست	ایں ہمہ طعنہ و بیداد تو چیست
گر چہ پیش تو بود ظلم نمائے	شاید آں عدل بود پیش خدائے
اے بسا عدل کہ دارائے جہاں	کردہ در صورت ظلم است نہاں

بادشاہ کے ایک ہی روز یا اس سے بھی کم ان کے ایک ہی کام ۔۔۔ کا عوض ادا کرنے سے بھی عاجز ہے چہ جائیکہ ان کے تمام کاموں یا ان کی بادشاہی کی تمام مدت کا عوض ادا کر سکیں۔

جب بادشاہوں کے منافع و احسانات کا بخوبی ثبوت ہو گیا اور اس ثبوت کے بعد بادشاہ کی شکرگزاری اور ان کے ساتھ وابستگی واجب ہونے کا قطعی فیصلہ ہو چکا تو اب باوجود اس ثبوت اور فیصلہ کے بادشاہ کی شکایت کرنی اور خلاف حق و خلاف انصاف ان کے حق میں طعنہ کرنا صرف جاہلانہ اور معاندانہ کارروائی ہے لہذا اس شعر میں مولانا ۔۔۔۔ جامی نے بادشاہوں کے حق میں ایسے جاہلانہ اور معاندانہ شکایت اور طعنہ کرنے والوں کی نسبت حیرت ظاہر فرمائی ہے۔

ان دو شعروں میں مولانا ۔۔۔ جامی کی غرض یہ ہے کہ اگر بادشاہ کی کوئی کارروائی بصورت ظلم ظاہر ہو تو اس وقت بھی اس کی نسبت حسن ظن رکھنا چاہئے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ شاید اس کے اندر عدل ہو کیونکہ ایسے بہت سے واقعات ہیں کہ جو بظاہر ظلم دکھائی دیتے ہیں مگر فی الحقیقت وہ سراسر عدل ہیں جن سے خدا تعالیٰ کو انصاف اور داد رسانی اور حق رسانی منظور ہوتی ہے اس بنا پر بادشاہی ظلم بھی اس امر پر محمول کیا جائے کہ شاید خدائے تعالیٰ کو ان (بادشاہ) کی اس صورت ظلم کے ذریعہ باطن میں انصاف اور داد رسانی منظور ہو ہر حال مولانا ۔۔۔ جامی نے اپنی تقریر میں بادشاہ کی شکرگزاری اور انکی اطاعت و وابستگی کا بیان اس کے معراج کمال پر پہنچا دیا ہے اور اس بیان کا حق بخوبی ادا فرمایا ہے۔

بیان میں احسانات و منافع کے مقابل بادشاہی عمر [illegible] میں۔

دعاگوئے رضا جو

جبیب احمد برزنجی مولف کتاب قوانین الانتظام و اعظم الاخلاق وغیرہ

خاتمہ

از طرف عبد فاصر محمد عبد القادر کاتب و مالک و مہتمم خورشید پریس

(۱) حضرت مولوی حاجی حبیب اللہ صاحب برزنجی مولف کتاب قوانین الانتظام للمالک النظام معہ مقدمہ و کتاب منتہی الکلام فی اطاعتہ حضرت النظام معہ مقدمہ وغیرہا کی دینی تالیفات سے (جس کی تعداد اس وقت تک پچیس ہے اور جو سلطنت کے اکابر فضلا اور عماید و اراکین کی مسلمہ ہیں) نیز انکی مذہبی تحریکات و تذکرات سے (جن سے ان کا کوئی وقت خالی نہیں اور انکے اوقات اس عزیز کام سے معمور رہتے ہیں) ظاہر ہے کہ دین و مذہب خاص انکی فطرت و سرشت ہے جو عملاً ان سے ظاہر ہوتی جاتی ہے اور بغیر اس کے ایک لحظہ ان کو سکون و قرار نہیں۔

(۲) رائے اقدس و اعلیٰ پر مخفی نہیں ہے کہ عند اللہ اور عند الناس بمقدار عمل آدمی کی قدر و منزلت اور اس کی ترجیح ہوتی ہے اور سادات و شرفا عہدہ داران و ماہوار یابان مشروط الخدمت کے علاوہ بلاشرط خدمت حضرت اقدس و اعلیٰ کی شاہانہ قدردانی سے سرفراز ہوئے ہیں ان میں سے کسی نے سلطنت کی اس طرح دینی اور علمی خدمت کا فریضہ کما حقہٗ بجا نہیں لایا جس طرح مولوی صاحب موصوف نے بجالایا اس کا ثبوت خود انکی تالیفات ہیں جن سے مولوی صاحب موصوف کی

ترجیح کا کافی موازنہ ہوتا ہے۔

(۳) عہد آصفیہ کے سلسلۂ تالیفات میں موضوع خاص (یعنی خیر خواہی سلطنت اور قومی نصیحت) پر انکی عمدہ تالیفات اس عہد مبارک میں انکے افتخار و امتیاز کا بہت بڑا سرمایہ ہیں۔

(۴) اس بنا پر مولوی صاحب ممدوح فی نفس الامر اس ملک میں ایسا امتیاز خاص اور سلطنت کے ساتھ ان کو ایسی مخصوص و ممتاز نسبت ہے جو دوسروں کو نہیں لہذا بہ تفضلات شاہانہ وہ اس امر کے مستحق ہیں کہ انکی قدر شناسی بھی اسی امتیاز کے ساتھ ہو وہ بدرجۂ آخر یہاں کے ممتاز علماء و مشائخین سے تو کبھی انکی قدر دانی کم نہ ہو۔

(۵) اور حضور اعلیٰ اور شہزادگان بلند اقبال اور قیام بقائے سلطنت کے حق میں علی الدوام قالاً و حالاً و عملاً بجامعیت دعا وہ مصروف دعا رہیں گے۔

(۶) اور ایسی جامع دعا اور ایسا جامع داعی منجملہ لوازم سلطنت اسلامیہ ہے اور خصوصاً ابتدائے سلطنت اسلامیہ آصفیہ سے ابتک حضرات سلاطین آصفیہ نے اس دعا اور داعی کو اپنی سلطنت کا جزو اعظم قرار دیا ہے اور اسکو سلطنت کا مدار علیہ جانا ہے چنانچہ حضرت مغفرت مآب آصفجاہ اولیٰ بانی سلطنت آصفیہ کی وصایا مبارک سے (جو بنام وصایائے آصفجاہی مطبوع و شائع اور ہند و دکن کی تواریخ میں مذکور ہیں) ظاہر ہے اور من بعد اسی وصیت پر حضرات سلاطین آصفیہ طیب اللہ ثراہم کا عملدرآمد رہا ہے اور حضرت اعلیٰ اطال اللہ بقاءہ و خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے بہ ترقی و اضافہ اسکو بحال اور قائم رکھا ہے۔ ۳۱۰۸ھ

(۷) اور ہند و دکن کے اکابر علما و عابدین نے لفظ بہ لفظ ان سب کو مانا اور سلطنت صہ

(دیکھئے نقول کتاب ہذا میں مرقوم ہے) ظاہر ہے۔

ہندوستان تک پہنچ گیا چنانچہ مولانا مولوی حافظ اشرف علی صاحب تھانوی اور مولوی حافظ محمد احمد صاحب دیوبندی صاحبزادہ مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم جیسے ہستیے اور مشہور ہندوستان کے علما نے انکے تدین و تقدس اور انکے حسب نسب کا اظہار فرمایا ہے اور انکی کتاب قوانین الانتظام لمالک النظام معہ مقدمہ اور کتاب منتہی الکلام فی اطاعۃ حضرت النظام معہ مقدمہ ہر چہار کتب کو نہایت پسند کیا ہے۔ حبیب صاحب معز کے پاس انکی خاندانی شرافت اور انکے ذاتی علم و کمال کے علاوہ انکی خاندانی تالیفات و تعلیمات کا ذخیرہ اور مختلف دول و ممالک کے ذاتی تجارب کا مجموعہ ملک و ملت کے لیے نہایت نافع و کارگر ہے۔

اسی حاوی و محیط نظر سے قوم و ملت کی [illegible] اہ میں کوشش کرنی اپنے آقائے نامدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی نبی اور علمی وراثت سے اس خاندان بزرگ تک پہنچا ہے جس میں انکی مصروفیت مسلسل چلی آرہی ہے اب حبیب صاحب معز کی اسی موروثی مصروفیت نے اپنی باریک بین دوربین اور رفیع و محیط نظر سے رکنے جوڑ ضرورتوں اور نیز تمام مخفی اور پیچیدہ راستوں کا احساس و احاطہ فرما کر اپنے عزیز وقت کو اس مبارک حکومت خلدہا اللہ تعالی کی خدمت اور ملک و ملت کی اصلاح میں مشغول رکھا ہے۔

پہلی کتاب معہ مقدمہ اس کتاب میں انھوں نے نہایت مرغوب اور دلچسپ طریقہ سے اس طرح خدمت سلطنت بجالائی ہے کہ جس میں ملکی قوانین کا اور اعلیحضرت کی ذات بابرکت کی حفاظت و صحت کی تدبیر کا کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔

دوسری کتاب معہ مقدمہ جو بالکل اسم بامسمی ہے اور جس میں اعلی حضرت کی اطاعت اور انکے احکامات و انتظامات کے روبرو مودب ہونے اور سر تسلیم خم رکھنے کی نسبت قوم اور ملک کو ایسی ہدایت ہے کہ جس سے بڑھ کر اس بارے میں کوئی ہدایت نہیں ہو سکتی۔ گویا مولف نے رعایا کو اپنے شاہ عالیجاہ سے وابستہ کرنے کیلئے غیبی مدارس میں علم بیان کا سبق پڑھا۔ اور اس علم کی وہاں سے سند حاصل کرکے یہ کتاب لکھی۔ اس کتاب کا طرز خاص اور انکی جدید روش مولف کی نسبت یہ غیبی امداد اور غیبی تعلیم ہونی ظاہر کر رہی ہے۔

خلاصہ یہ کہ قوم کی اصلاح و فلاح میں حبیب صاحب معز کے بہت تالیفات ہیں سب کی سب نہایت نادر و قابل قدر و لائق دید ہیں۔ کتاب منتہی الکلام کے ذریعے حکومت کی وسعت و ترقی کا بالکل مہیا مادہ ہے صرف انتظار اس مادہ کو قوت سے فعلیت کیطرف لانے کا ہے۔

چونکہ میں بہ دل و جان اس مبارک حکومت کے سچے ہوا خواہوں اور جان نثاروں میں شامل ہونے کا فخر رکھتا ہوں اور مع ہذا محب قوم ہوں اور نیز عزیز و نفیس چیز ایک لحظہ بھی اخفا نہیں ہو سکتی لہذا مجھے بغیر اس کے کہ حبیب صاحب معز کو اور ان کے قابل قدر کاموں کو اور انکی ان مخلصانہ تالیفات کو ظاہر

کروں چین نہ ہوا اس بنا پر حبیب صاحب ممدوح کا مختصر حال اور مجمل طور پر انکی مشغولیت و مصروفیت اور انکے
بالکل تیار شدہ تالیفات لکھدیں تاکہ قومی اور ملکی بھائی اون سے واقف اور انسے مستفید و مستفیض
ہونے کے لیے مستعد ہو جائیں اور بدل وجان انکی اشاعت کے لئے بارگاہ الٰہی میں التجا کرتے رہیں لاخیر
فِی کَثِیرٍ مِن نَجوَاھُم اِلَّا مَن اَمَرَ بِصَدَقَۃٍ اَو مَعرُوفٍ اَو اِصلَاحٍ بَینَ النَّاسِ وَمَن یَفعَل
ذٰلِکَ ابتِغَاءَ مَرضَاتِ اللّٰہِ فَسَوفَ نُؤتِیہِ اَجراً عَظِیماً۔ ان کے بہت سے مشوروں اور باتوں
اور مجلسوں میں بھلائی نہیں البتہ ان مشوروں اور مجلسوں میں بھلائی ہے جو مخلصانہ امداد و اعانت کے لئے
یا اور کسی قسم کی بھلائی کے لئے یا لوگوں کی اصلاح اور ان میں باہم اتفاق پیدا کرنے کے لیے ہوں اور جنھوں
نے ان باتوں کے لئے خالصاً لوجہ اللہ بلا کسی نفسانی غرض کے مشورے کیے یا مجلسیں منعقد کیں تو ہم ضرور
ان کو ایسے مشوروں اور ایسی مجلسوں کا بہت بڑا اجر و صلہ دیں گے۔ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ
ورسولہ ان کنتم مومنین۔ اپنی حالتوں کو سدھارو اور باہم اتفاق رکھو اللہ اور اس کے رسول کی
فرمانبرداری (حکومت کی فرمانبرداری جس کے ساتھ ساتھ ہے) کرو اگر ایمان رکھتے ہو۔ ۲۲ آذر ۱۳۲۳

تقریظ مولانا الحاج الواعظ عالیجناب مولوی محمد حبیب المبین صاحب

جناب مولانا مولوی حبیب احمد برزنجی صاحب کا حسب
ونسب اور انکی دینی استقامت اور اسکے ساتھ انکی
سیر و سیاحت ملک و ملت کیلئے نہایت نافع ہے قومی
ہمدردی اور حکومت کے ساتھ خلوص و وفا شعاری ایسے
ہی بزرگوں کا شعار ہوتا ہے جس کا مشاہدہ حبیب صاحب ممدوح
سے ہو رہا ہے چنانچہ انکی سب تالیفات اسی ہمدردی اور
خلوص و وفا شعاری سے تالیف کی گئی ہیں گویا انکی
ہمدردانہ اور وفا شعارانہ فطرت نے انکو ان کتابوں کی تالیف
پر مجبور کرکے انسے ان کتابوں کی تالیف کروائی منجملہ کتاب
اعظم الاخلاق علمی جہت سے وہ اپنی ہمعصر تالیفات پر مرتبۃً
فایق ہو رہا ہے اور اس کا منشا خاص قومی و ملکی اصلاح
و فلاح ہے انکے کتب و رسایل سے ثابت ہوتا ہے کہ
انکی روحانیت اپنے بعد کا زمانہ اور اسکے تمام ضروریات
کو دیکھ رہی تھی جس کے اوپر انھوں نے اپنے تالیفات
مرتب کیں اب اس کی اشاعت صرف اعلیحضرت دام
عمرہ و اقبالہ و خلد اللہ ملکہ کی مقبولیت پر منحصر اور
اسی کی منتظر ہے۔

تقریظ عالیجناب راجہ راجگان فتح نواز و بہادر صمصام الملک مہاراجہ کشن پرشاد بہادر

مولوی حبیب احمد صاحب برزنجی نے اعظم الاخلاق تصنیف
فرمائے ہیں کل تو نہیں اس کو جا بجا سے بغور مطالعہ کیا اس
تصنیف سے درجہ اعلیٰ کی لیاقت علمی ظاہر ہوتی ہے
رسالہ اشرف المضمون من مقدمہ ابن خلدون بھی اونکی
تصنیف اسی قماش کی ہے اس ضعیفی پر اس قدر محنت
اٹھانا انھیں کا کام ہے۔ امید قوی ہے کہ پبلک
اور علما و حکما اس کی قدر کرینگے۔ شاد بدستخط مد ظلہ العالی

۱۲ ربیع المنور ۱۳۳۵ھ

-:RULES:-

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1/- per volume per day shall be charged for textbooks and 10 P. per vol. per day for general books kept overdue.